رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۳۰- جولائی ۱۹۰۶ء- فرمایا- آج مجھے ایک سا الہام ہوا- اُسکے پورے الفاظ یاد نہیں رہے اور جسقدر یاد رہا وہ یقینی ہے مگر معلوم نہیں کہ کس کے حق میں ہے لیکن خطرناک ہے اور وہ یہ ہے۔ ایک دم میں دم رخصت ہوا- یہ الہام ایک موزون عبارت میں ہے مگر ایک لفظ درمیان میں سے بھول گیا ہے- یکم اگست ۱۹۰۶ء دیکھا کہ زلزلہ آیا ہے پھر الہام ہوا (۱) انّی احافظ کل من فی الدار- ترجمہ- مَیں حفاظت کرنیوالا ہوں اُن سب کی جو اس گھر میں ہیں (۲) اردت ان استخلف فخلقت اٰدم- ترجمہ- مَیں نے چاہا کہ خلیفہ بناؤں پس مَیں نے آدم کو پیدا کیا- ۵- اگست ۱۹۰۶ء- دن کے وقت یکدفعہ نصف حصہ اسفل بدن کا حرکت سے معطل ہوگیا اور ایک قدم اُٹھانا مشکل تھا اور سخت درد ہوتا تھا خیال گذرا کہ یہ فالج کی قسم نہ ہو- تب دعا کی گئی تو الہام ہوا- (۱) ان اللّٰہ علیٰ کل شیءٍ قدیر (۲) ان اللّٰہ لا یخزی المؤمنین- ترجمہ- (۱) خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے (۲) خدا مومنوں کو رسوا نہیں کرتا- اور ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ خارق عادت طور پر صحت کلّی ہوگئی- فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک- ۱۲- اگست ۱۹۰۶ء اور اُس سے ماقبل دو چار روز کے الہامات یہ ہیں- (۱) دیکھ مَیں آسمان سے تیرے لیے برساؤنگا اور زمین سے نکالوں گا پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے (۲) صحن میں ندیاں چلیں گی اور سخت زلزلے آئیں گے- (۳) ویلٌ لکلّ ھمزۃ لمزۃ- ترجمہ- ہر ایک چغل خور عیب گیر پر سخت لعنت ہے- (۴) ساکرمک اکراماً عجباً- والقی بہ الرعب العظیم- ترجمہ- مَیں تجھے ایک عجیب طور پر عزت دونگا اور اُسکے ساتھ دنیا پر بڑا رعب ڈالونگا- (۵) یأتون من کل فجٍّ عمیق یاتیک من کل فجٍّ عمیق- ترجمہ- لوگ دور دراز سے تیرے پاس آئیں گے اور دور دور سے ہدیے آئیں گے-

تعلیم الاسلام- اس ماہوار رسالہ کا پہلا نمبر ۳۱- جولائی گذشتہ کو شایع ہوگیا ہے- جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے انشاء اللہ رسالہ کے ذریعہ نہ صرف حضرت مولوی نورالدین صاحب کے درس قرآن کے نوٹ ہی شائقین کو پہنچائے جائینگے بلکہ تھوڑی دیر میں یہ انشاء اللہ ایک کمل تفسیر بنجائیگی- درخواستیں بنام ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام نمونۃً بھی آنے سے مل سکتا ہے مگر رسالہ بدون پیشگی وصول قیمت کسی صاحب کے نام کسی صورت میں جاری نہ ہوگا یا پہلا پرچہ بذریعہ وی پی طلب کریں-

رسالہ ہذا اسکے وی پی خریداران کے نام جاری ہوتے ہیں قبل از وقت بذریعہ کارڈ ونکے یاددہانی بھی کیجاتی ہے مگر پھر بھی بعض احباب وقت پر تصفیہ نہیں کرتے اور اطلاع نہیں دیتے بلکہ وی پی انکاری کرکے دفتر کو نقصان کا زیربار کرتے ہیں- ایسے صاحبوں کو جو بلاوجہ وی پی انکاری کریں وہ رسالہ پھر کسی صورت میں نہ دیا جائیگا- خریداران مطلع رہیں- مینیجر ریویو-

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ❖ لو تمھیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

Digitized by Khilafat Library

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۵

بابت ماہ اگست ۱۹۰۶ء

نمبر ۸

فہرست مضامین

عکس مکتوب مبارک آنحضرت صلعم بنام منقوقس شاہ مصر کے ورق اوّل

احادیث کی صداقت پر بینظیر شہادت ۔ ۲۸۰-۳۰۱

زلزلے اور پیشگوئیاں ۳۰۱-۳۰۶

ایک صادق کی شہادت ۳۰۶-۳۱۲

ایک مکذب کا استہزا ۳۱۲ - ۳۱۸

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعودؑ۔ ٹائٹل پیج صفحہ دوئم

خدا سچے کا حامی ہو ۔ آمین۔ ٹائٹل پیج صفحہ سوئم و چہارم

قادیان ضلع گورداسپور سے ۔ ۲۰ - اگست ۱۹۰۶ء کو مینیجر میگزین کے اہتمام سے شایع ہوا - چندہ سالانہ عہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

احادیث کی صداقت پر بے نظیر شہادت

اس مضمون میں احادیث سے میری مراد ایسی احادیث ہوں گی جن کو محدثین نے بڑی محنت اور جانفشانی کے بعد موضوع اور غلط روایات سے الگ کیا ہے اور ان کے راویوں کے صدق اور عدل اور حفظ وغیرہ ضروری لوازمات کو اچھی طرح دیکھ لیا ہے یا ان احادیث کی صداقت کسی اور طرح پر ظاہر ہو گئی ہے جیسا کہ میں آگے چل کر بیان کرونگا۔ اور ضروری ہے کہ ایسی احادیث قرآن کریم کے کسی طرح مخالف نہ ہوں۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس زمانہ میں نہ صرف بیرونی طور پر ہی احادیث پر یہ جھوٹا الزام لگایا گیا ہے کہ وہ پایۂ اعتبار سے گری ہوئی ہیں جیسے مثلاً میور وغیرہ دوسرے عیسائی لوگوں نے یا اور مخالفین نے بلکہ اسلام کے اندر بھی بعض فرقے ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو احادیث سے بالکل منکر ہیں۔ اس مضمون میں میں دو طرح کی شہادت احادیث کی صداقت پر ایسی پیش کرونگا جسکو سخت سے سخت معاند بھی رد نہیں کر سکتا اور جو بوجہ مضبوط تاریخی شہادت ہونے کے ایسی قطعی اور یقینی شہادت ہے جس کی نظیر ہمیں کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ اور یہ فخر اسلام کو ہی حاصل ہے کہ اس کی پاک کتاب قرآن کریم کے محفوظ ہونیکو تو میور جیسے دشمنوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ مگر اس کی صحیح احادیث کا ذخیرہ بھی ایسا محفوظ ہے کہ عیسائیوں کی وہ کتابیں جن کو وہ الہامی کہتے ہیں تاریخی طور پر اپنی صداقت کا وہ ثبوت بلکہ اس ثبوت کا عشر عشیر بھی نہیں رکھتیں جو احادیث میں پایا جاتا ہے۔ اسی ثبوت کے دو عجیب اور نئے پہلو میں پیش کرونگا جو اس سے پہلے پیش نہیں کیے گئے ہیں۔

ان میں سے پہلا ثبوت وہ ہے جو اس رسالہ کے ورق اول سے ملتا ہے جس پر ایک پرانے خط کا فوٹو چھپا ہوا ہے۔ یہ خط وہ ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقوقس شاہ مصر کو لکھا تھا۔ اور ایسے ہی چند اور خطوط دوسرے بادشاہوں کو بھی لکھے گئے تھے۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

صلح حدیبیہ کے بعد ٦ سنہ ہجری کے آخر میں واپس آئے۔ تو اس وقت آپ نے بہت سے گرد و نواح کے بادشاہوں کو اسلام قبول کرنیکے لیے دعوتی خطوط لکھے اور یہ خطوط صحابہؓ لیکر ان بادشاہوں کے پاس گئے چنانچہ معتبر احادیث میں ان خطوط کا ذکر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض خطوط کا ذکر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں اور دیگر کتب احادیث میں پایا جاتا ہے مقوقس شاہ مصر کو جو خط لکھا گیا تھا اس کا مفصل ذکر مواہب لدنیہ اور دیگر سیرت کی کتابوں میں موجود ہے بلکہ اصل عبارت بھی محفوظ ہے۔ مواہب لدنیہ میں مندرجہ ذیل ذکر اس خط کے بھیجنے کا اسی جگہ موجود ہے جہاں دوسرے بادشاہوں کو خط لکھے جانیکا ذکر ہے وکتب صلی اللہ علیہ وسلم الی المقوقس ملك مصر و الاسكندرية واسمه جريج ابن مينا۔ بسم الله الرحمن الرحيم من محمد عبد الله ورسوله الى المقوقس عظيم القبط سلام على من اتبع الهدى اما بعد فانى ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يوتك الله اجرك مرتين فان توليت فعليك اثم القبط يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا و بينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئًا ولا يتخذ بعضنا بعضًا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون۔ وبعث به مع حاطب بن ابى بلتعة فتوجه اليه الى مصر بالاسكندرية .... فلما جئ به اليه و قف بين يديه ونظر فى الكتاب فضه وقراه و قال لحاطب ما كان له ان كان نبيا ان يدعو على فيسلط على فقال له حاطب وما منع عيسى ان يدعو على من خالفه ان يسلط عليه فاستعاد منه الكلام مرتين ثم سكت فقال له حاطب انه قد كان قبلك رجل يزعم انه الرب الاعلى فاخذه الله نكال الاخرة والاولى فانتقم به ثم انتقم منه فاعتبر بغيرك ولا يعتبر غيرك بك .... ولعمرى ما بشارة موسى بعيسى الا كبشارة عيسى بمحمد صلى الله عليه وسلم وما دعاؤنا اياك الى القران الا كدعائك اهل التورية الى الانجيل ...... فقال المقوقس انى قد نظرت فى امر هذا النبى فوجدته لا يامر بمزهود فيه ولا ينهى عن مرغوب فيه ولم اجده بالساحر الضال ولا الكاهن الكاذب ووجدت معه آلة النبوة ..... واخذ كتاب النبى صلى الله عليه وسلم فجعله فى حق من عاج ودفعه لجارية له۔ اسی روایت کو ابن تیمیہ نے بھی اپنی کتاب الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح میں بیان کیا ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط بنام مقوقس لیکر اس کے پاس اسکندریہ میں پہنچا۔ اور نہ صرف خط ہی اسکو پہنچایا بلکہ تبلیغ بھی کی اور جب بادشاہ نے یہ اعتراض کیا کہ اگر آنحضرتؐ خدا کے نبی ہیں تو وہ کیوں

دعا کرکے مجھ پر مسلط نہیں ہو جاتے تو حاطب رضؓ نے ایسا معقول جواب دیا جس سے بادشاہ شرمندہ ہوگیا۔ یعنی یہ کہ اگر سنت اللہ انبیاءؑ کے متعلق یہی ہوا کرتی ہے کہ وہ بجائے دین حق کی طرف دعوت کرنیکے مخالفین پر بد دعا کرکے انکو مغلوب کر لیا کریں تو حضرت عیسیٰؑ نے کیوں ایسا نہ کیا۔ افسوس ہے کہ آجکل بھی لوگ بے سمجھی سے ایسے اعتراض نبوت پر کرتے ہیں جو صاف بتاتے ہیں کہ یہ لوگ سنت اللہ سے ناواقف ہیں۔ خدا کی سنت اپنے انبیاءؑ کے متعلق ہمیشہ ایک ہی رہی ہے اور اسی سنت کے مطابق نبی کی نبوت کو دیکھنا چاہیئے نہ اپنے تجویز کیے ہوئے اصول سے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کو مقوقس نے نہایت حفاظت سے ڈبیہ میں بند کیا اور ایک لونڈی کے سپرد کیا اور دوسری روایت میں ہے کہ مُہر لگا کر اپنے خزانچی کے سپرد کیا۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ ان تمام خطوط میں سے جو مختلف بادشاہوں کے نام لکھے گئے تھے مقوقس والے خط کا خاص طور پر حفاظت سے رکھا جانا صحیح روایت سے ثابت ہے۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ بعض دوسرے خطوط بھی محفوظ رکھے گئے ہونگے مگر جس تصریح سے اس خط کے محفوظ رکھے جانیکا ذکر ہے دوسرے کسی خط کا جو بڑے بڑے بادشاہوں کے نام لکھے گئے تھے ایسا ذکر نہیں ہے۔ دوسرے خطوط میں سے جو خط کسریٰ کے نام تھا وہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کے روبرو ہی پھاڑ کر پھینک دیا تھا جس پر آنحضرتؐ نے بد دعا کی کہ مزق ملکہٗ یعنی اے خدا اسکو ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں اس کا یہی انجام ہوا۔ قیصر روم کے نام جو خط تھا۔ وہ دربار شاہی میں بڑی عزت سے پڑھا گیا۔ اور پہلے قیصر نے اپنے تمام امرا اور کلیسیا کے بڑے بڑے عہدہ داروں کو بلا کر یہ سمجھایا بھی کہ ہمیں اس نبی کا دین قبول کرنا چاہیئے کیونکہ اس نے جان لیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں۔ مگر جب انکی وحشت اور نفرت کو لاعلاج دیکھا تو آخر بادشاہت کے لحاظ سے اُسے دبنا پڑا اور ان کی وحشت دور کرنیکو یہ بہانہ کر دیا کہ مَیں نے اس لیے اس بات کو پیش کیا تھا کہ تا دیکھوں کہ تمھاری ثابت قدمی اپنے دین پر کسقدر ہے۔ ایسا ہی شاہ حبش اور دوسرے بعض عرب کے گرد و نواح بادشاہوں کو خطوط لکھے گئے جن میں سے اکثر نے آنحضرتؐ کے خطوط کی عزت کی۔ ان خطوط میں سے جو مقوقس کے نام کا خط ہے کچھ عرصہ ہوا مل گیا ہے۔ گویا اس کی خاص حفاظت کی یہی حکمت تھی۔ غرضکہ یہ خط ۱۸۵۸ء میں مصر کی ایک خانقاہ میں جو عیسائیوں کی ہے۔ بعض فرانسیسی سیاحوں کو ملگیا۔ اور اب اصل خط قسطنطینیہ میں محفوظ ہے۔ اور بڑے بڑے عیسائی محققین نے اسے اصلی قرار دیا ہے۔ منجملہ ان کے ڈاکٹر بیجر ہے۔ اور خود اس کے اصلی ہونیکی یہ کچھ کم شہادت نہیں کہ وہ عیسائی خانقاہ میں عیسائیوں کے ہی ہاتھ لگا۔ اب ہم اس اصلی خط کی عبارت کا اس عبارت سے مقابلہ کرتے ہیں جو احادیث میں موجود ہے۔ تا یہ معلوم ہو کہ احادیث نے اصل واقعات اور اصل الفاظ کو کہانتک محفوظ رکھا ہے۔ اس غرض کے لیے دو کالموں میں یہ دونوں عبارتیں درج کی جاتی ہیں تا ناظرین آسانی سے مقابلہ کر سکیں دائیں طرف کے

کالم میں اصل خط کی عبارت کی نقل ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر بیجر نے اسے پرانی رسم الخط سے نئی رسم الخط میں دکھایا ہے اور بائیں کالم میں حدیث کے الفاظ ہیں جو مواہب لدنیہ کی روایت سے لیے گئے ہیں جس کا حوالہ اوپر بھی دیا گیا ہے

بسم الله الرحمٰن الرحيم من محمد عبد الله
ورسوله الى المقوقس عظيم القبط سلام
على من اتبع الهدىٰ اما بعد فانى ادعوك
بداعية الاسلام اسلم تسلم يؤتك الله
اجرك مرتين فان توليت فعليك
اثم القبط يا اهل الكتاب تعالوا الى
كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد
الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ
بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان
تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم من محمد عبد الله
ورسوله الى المقوقس عظيم القبط سلام
على من اتبع الهدىٰ اما بعد فانى ادعوك
بدعاية الاسلام اسلم تسلم يؤتك الله
اجرك مرتين فان توليت فعليك
اثم القبط يا اهل الكتاب تعالوا الى
كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد
الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ
بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان
تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون۔

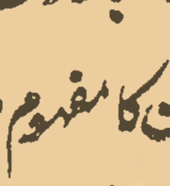

نوٹ۔ معتبر احادیث میں اس نقش کی مُہر کے بنوائے جانے اور تمام خطوط پر جو بادشاہوں کو بھیجے گئے تھے لگائے جانے کی خبر صحیح موجود ہے۔

اب مذکورہ بالا عبارتوں کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ان میں مطلق کوئی فرق نہیں سوائے لفظ داعیہ اور دعایہ کے جن کا مفہوم واحد ہے۔ اور جہانتک اصل خط کو دیکھا جاتا ہے۔ داعیہ پڑھنے والے کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور خط میں اصل لفظ دعایۃ ہی معلوم ہوتا ہے بہرحال اگر اس فرق کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی یہ کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ درحقیقت روایت اور اصل خط میں ایک حیرت انگیز لفظی مطابقت پائی جاتی ہے اور راویوں نے یہانتک بھی تصرف نہیں کیا کہ اسی مفہوم کو دوسرے لفظوں میں ادا کر دیا ہو۔

اس خط کے دریافت ہونے سے کئی باتیں وضاحت سے ثابت ہوتی ہیں سب سے اول تو ان تمام احادیث کی صداقت پر مُہر لگ گئی جن میں بادشاہوں کے نام خطوط لکھے جانیکا ذکر ہے پھر یہ بھی یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جو تفصیلات ان احادیث میں آنحضرتؐ کے قاصدوں اور خطوں کے ساتھ سلوک کے متعلق درج ہیں وہ بھی سب بالکل درست اور صحیح ہیں کیونکہ جب ایک خط کی تفصیلات منجملہ جن کے اس کا حفاظت سے

رکھے جانا بھی ہے اسقدر صفائی سے ثابت ہوگئیں تو دوسری تفصیلات پر بھی جن کو معتبر احادیث میں بیان کیا گیا ہے کوئی جرح نہیں ہوسکتی۔ مگر سب سے زیادہ حیرت انگیز امر خط کی عبارت کا حدیث کی عبارت سے ملنا ہے۔ ایسی مطابقت کہ ایک لفظ کا بھی فرق نہیں ہے۔ کیا یہ جائے تعجب نہیں کہ ایک خاصے لمبے خط کی عبارت کو نقل کرنے میں ایک لفظ کا بھی فرق نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے راوی اصل الفاظ کے پہنچانے میں کس قدر محتاط تھے۔ پس جب انہوں نے ایک خط کے الفاظ کو ایسی محنت سے روایت اور نقل کیا تو ان الفاظ سے متعلق جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مونہہ سے نکلتے سنتے تھے کیوں اور بھی زیادہ محتاط نہ ہونگے۔ اسی کی تائید میں یہ بھی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حدیث صحیح میں ایک اور خط کی عبارت بھی محفوظ ہے۔ جو ہرقل کے نام لکھا گیا تھا۔ اور اس حدیث کو امام بخاری علیہ السلام نے بیان کیا ہے۔ چونکہ ہرقل ایک عیسائی بادشاہ تھا اور مقوقس بھی عیسائی بادشاہ تھا اس لیے دونو کی طرف سوائے نام کے فرق کے ایک سے ہی خط لکھے گئے تھے قیاس بھی یہی چاہتا ہے اور ایک حدیث میں بھی یہ ذکر ہے کہ کل عیسائی بادشاہوں کو جسقدر خط لکھے گئے تھے ان سب کی عبارت یکساں تھی۔ ہرقل والے خط کی عبارت کا ناقل ابوسفیان ہے جو اسوقت حالت کفر میں تھا اور ہرقل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اس سے دریافت کیے تھے۔ اس حدیث میں ہرقل والے خط کی عبارت بالفاظ ذیل ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبد اللہ و رسولہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم الیریسیین و یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔ اب اس خط کی عبارت کا مقوقس والے اصلی خط کی عبارت کے ساتھ مقابلہ کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں پوری صحت کے ساتھ الفاظ نقل کیے گئے ہیں۔ فرق صرف اسیقدر ہے جسقدر ضروری تھا یعنی بجائے الی المقوقس عظیم القبط کے یہاں الی ھرقل عظیم الروم ہے اور وہاں فان تولیت کے بعد ہے فعلیک اثم القبط یعنی اگر تو اس سے روگردانی کرے تو مصریوں کا گناہ بھی جو تیری رعایا ہیں اور تیری وجہ سے اس دین سے منحرف رہیں گے تیرے سر پر ہوگا اسجگہ ہے فعلیک اثم الیریسیین یعنی اریسیون کا جو تیری رعایا ہیں دین اسلام میں نہ داخل ہونیکا گناہ بھی تیرے سر پر ہوگا۔ صرف یہی تبدیلی ہے جو ضروری تھا کہ ہوتی یا وہی لفظ داعیۃ اور دعایۃ کا فرق ہے۔

اب جائے غور ہے کہ کسقدر صحت کے ساتھ ان خطوط کو احادیث نے محفوظ رکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ اور راویان حدیث صرف اسیقدر احتیاط حدیثوں کے پہنچانے میں نہ کرتے تھے کہ مفہوم کو کسی طرح

ادا کر دیں بلکہ وبعینہٖ الفاظ کو یاد رکھنے اور انہیں کو آگے پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ نہ وہ کسی واقعہ یا کسی لفظ میں کمی بیشی کرنی جائز سمجھتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انکے حافظہ کی قوّت بھی نہایت زبردست تھی کیونکہ جب ہرقل کے سامنے آنحضرتؐ کا خط پڑھا گیا وہیں سے سنکر ابوسفیان نے اسکو نقل کیا۔ اور اب ہم اسکو لفظ بلفظ درست پاتی ہیں۔ ایک ہی دفعہ سنکر نہ ابوسفیان نے کسی لفظ کو فراموش کیا اور نہ اپنی طرف سے کوئی اور لفظ بڑھایا اور ایسا ہی جنہوں نے ابوسفیان سے سنا انہوں نے بھی اسی طرح محفوظ کا محفوظ دوسروں کو پہنچایا۔ پس مقوقس والے اصل خط کے مل جانیسے جس نے ہمیں یہ سارے مقابلے کرنیکا موقع دیا ہے۔ ہمکو یہ قطعی اور یقینی شہادت ہاتھ آگئی ہے کہ احادیث میں جو باتیں مذکور ہیں وہ در اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں اور تاریخی طور پر نہایت صحیح اور درست ہیں۔ گویا عربوں کی قوّت حافظہ نے دنیا میں وہ کام کیا ہے جو تحریر بھی نہیں کر سکتی تھی کیونکہ حدیثوں کو تحریر میں لانے سے بہت سے نقص پیدا ہوتے جیسا کہ میں دوسرے موقع پر دکھاؤنگا۔

اس اصل خط میں جو دریافت ہوا ہے ایک بات اور نہایت ہی قابل توجہ ہے۔ خط کے اخیر پر ایک مُہر ہے جس پر نقش محمد رسول اللہ ہے۔ اب اس مُہر کی نسبت تمام معتبر احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے اور صرف مُہر کے متعلق ہی نہیں بلکہ مُہر کے نقش اور اس کی دوسری تفصیلات کے متعلق بھی۔ مُہر کے متعلق متواتر روایات آئی ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں بھی یہ حدیث مختلف روایتوں سے بیان کی گئی ہے۔ پہلے باب دعاء النبی الی الاسلام میں ہے۔ عن قتادة قال سمعت انسا رضی اللہ عنہ یقول لما اراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یکتب الی الروم قیل لہ انھم لا یقرؤن کتابا الا ان یکون مختوما فاتخذ خاتما من فضة فکانی انظر الی بیاضہ ونقش فیہ محمد رسول اللہ اور دوسری جگہ کتاب اللباس میں یہ حدیث ان الفاظ سے موجود ہے۔ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد ان یکتب الی رھط او اناس من الاعاجم فقیل لہ انھم لا یقبلون کتابا الا علیہ خاتم فاتخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتما من فضة نقشہ محمد رسول اللہ فکانی بوبیص او ببصیص الخاتم فی اصبع النبی صلی اللہ علیہ وسلم او فی کفہ اور اسی باب میں پھر حدیث خاتم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال اتخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتما من ورق وکان فی یدہ ثم کان بعد فی ید ابی بکر ثم کان بعد فی ید عمر ثم کان بعد فی ید عثمان حتی وقع بعد فی بئر اریس نقشہ محمد رسول اللہ۔ اور پانچویں جگہ پھر یہ حدیث انس بن مالک کی روایت سے ان الفاظ میں موجود ہے۔ لما اراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یکتب الی الروم قیل لہ انھم لن یقرؤا کتابا

اذا لم یکن مختوما فاتخذ خاتما من فضة ونقشه محمد رسول الله کانی انظر الی بیاضه فی یده۔ ایسا ہی دوسری کتب صحاح میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ روم کو یا عجم کے بادشاہوں کو خطوط لکھنے کا ارادہ کیا تو صحابہ رضؓ نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ وہ لوگ خط کو نہیں پڑھتے سوائے اس کے کہ اسپر مرسل کی مہر ہو۔ چنانچہ آپنے ایک مہر چاندی کی تیار کرائی جسپر محمد رسول اللہ نقش کرایا۔ اور اس سے خطوط پر مہر لگائی پھر یہ مہر آنحضرتؐ کی زندگی میں آپکے ہاتھ میں رہی اور آپکی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں۔ اور حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں اور حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں اور پھر خلیفہ ثالث سے یہ مہر ایک کنوئیں میں گر پڑی جس کا نام اریس ہے۔ اور پھر نہیں ملی۔ غرضکہ متواتر روایات سے مہر کا اس موقع پر بنوایا جانا ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی تواتر سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔ اب مقوقس کے اصل خط کے دریافت ہونے نے ان تمام احادیث کی صداقت کو اظہر من الشمس کر دیا ہے۔ کیونکہ اس سے ہمیں یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ واقعی خطوط پر مہر لگانیکے لیے ہی یہ مہر تیار کی گئی تھی کیونکہ انہی خطوں میں سے جن کا ذکر حدیث میں ہے ایک خط پر یہ مہر موجود ہے۔ اور اس کا نقش بھی وہی ہے جو احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔

مگر احادیث سے اس سے زیادہ تفصیلات اس مہر کے متعلق معلوم ہوتی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہی یہ حدیث انس کی روایت سے موجود ہے۔ عن انس ان ابا بکر رضی الله عنه لما استخلف کتب له وکان نقش الخاتم ثلثة اسطر محمد سطر و رسول سطر و الله سطر۔ و زادنی احمد حدثنا الانصاری قال حدثنی ابی عن ثمامة عن انس قال کان خاتم النبی صلی الله علیه وسلم فی یده و فی ید ابی بکر بعده و فی ید عمر بعد ابی بکر فلما کان عثمن جلس علی بئر اریس قال فاخرج الخاتم فجعل یعبث به فسقط قال فاختلفنا ثلثة ایام مع عثمن فنزح البئر فلم یجده۔ یعنی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ یعنی انسؓ انکے احکام لکھا کرتے تھے۔ یعنی زکوٰۃ وغیرہ کے متعلق اور مہر کا نقش تین سطروں میں تھا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک سطر۔ رسول ایک سطر اور اللہ ایک سطر۔ اور اسی روایت پر احمد کی روایت میں اسقدر لفظ اور زیادہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر آپکے دست مبارک میں رہی پھر آپکے بعد حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں پھر انکے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں پھر ان کے بعد حضرت عثمان کے ہاتھ میں۔ پس جب ایک دن حضرت عثمان چاہ اریس پر بیٹھے تھے۔ تو آپنے انگوٹھی نکالی اور اسکو ہاتھ میں پھیرنے اور ادھر ادھر کرنے لگے تو وہ گر گئی پھر تین دن تک ہم حضرت عثمانؓ کے ساتھ اس انگوٹھی کی تلاش میں لگے رہے لیکن انگوٹھی

نہ ملی۔ اب اس حدیث سے یہ ایک اور بات معلوم ہوئی کہ انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ ایک خاص طرز پر لکھا ہوا تھا اور تینوں لفظ الگ الگ سطروں میں تھے۔ اور یہ انگوٹھی جیسا متواتر روایات سے معلوم ہوتا ہے وہی تھی جو بادشاہوں کے نام خطوں پر مُہر لگانے کے لیے تیار کرائی گئی تھی۔ فتح الباری میں اس حدیث کے نیچے بعض شیوخ کے اس قول کو نقل کیا ہے۔ ان کتابتہٗ کانت من اسفل الی فوق یعنی ان الجلالۃ فی اعلی الاسطر الثلٰثۃ ومحمد فی اسفلھا یعنی مہر کی کتابت کی جو تین سطریں بیان کی گئی ہیں انکی ترتیب نیچے سے اوپر کو تھی۔ یعنی اللہ کا نام سب سے اوپر کی سطر میں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے نیچے کی سطر میں۔ اس قول کی تضعیف کی گئی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول کسی حدیث پر مبنی تھا جو ملی نہیں۔ مگر اب اصل خط کے دریافت ہونے نے اس قول کی تصدیق کر کے اسی کو صحیح ثابت کر دیا۔ پس اب اگر ہم احادیث کی روایتوں کی بنا پر مُہر کو تجویز کرتے تو اس کا نقش بعینہٖ وہی تجویز کرتے جو اب دریافت ہوا ہے۔ یعنے

مسلمانوں کے لیے یہ کسقدر خوشی کا مقام ہے کہ انکی اگر کوئی پُرانی تحریر بھی نکلی تو وہ بھی انکے لیے تائیدی شہادت ہی پیدا ہوئی حالانکہ عیسائیت کی پُرانی تحریریں جسقدر نکلتی ہیں اسیقدر اس مذہب کی بنیادوں کو کمزور کرتی ہیں۔ حال میں ہی ایک انجیل کا ٹکڑا نکلا ہے جس کا کوئی نشان موجودہ اناجیل میں نہیں پایا جاتا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی باتیں حضرت مسیحؑ کے متعلق ایسی ہیں جو اناجیل میں نہیں لکھی گئیں۔ ایسا ہی ایک اور تحریر تھوڑا عرصہ ہوا ملی تھی جس میں حضرت مسیحؑ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے خدا کی جناب میں معافی مانگتے ہیں۔ اور جسطرح بعض سچے واقعات حضرت مسیحؑ کی زندگی کے اناجیل میں نہیں پائے جاتے اور اب پُرانی تحریروں میں نکل رہے ہیں اسی طرح بعض غلط واقعات کی آمیزش بھی ان اناجیل میں ہو گئی ہے۔ غرضکہ اس خط کا نکل آنا اسلام کے لیے ایک نہایت مبارک امر ہے۔

اب اس بے نظیر شہادت پر غور کرو جس سے احادیث اسلامی کی صداقت پہلے سے بھی بڑھکر چمک اُٹھی ہے۔ ایک پُرانی تحریر کے دستیاب ہونے سے اگر احادیث کا اس سے اختلاف ہوتا تو احادیث پر بڑا بھاری حملہ تھا۔ اور احادیث کی صداقت معرض خطر میں تھی۔ مگر یہی تحریر احادیث کی صداقت پر ایک عظیم الشان گواہ ہو گئی اور نہ صرف ان تمام احادیث کی صداقت ہی اس سے ثابت ہوئی جن میں بادشاہوں کے نام خطوط کا لکھا جانا اور مُہر کا بنوانا اور ان خطوط پر لگایا جانا مذکور ہے بلکہ اس واقعہ سے عام طور پر احادیث کی صداقت پر ایک مُہر لگ گئی کہ کس سچائی سے صحابہؓ نے واقعات کے بیان کرنے میں کام لیا ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے

کہ ایک عیسائی دشمن اسلام نے انہی احادیث کو جن کی صداقت پر مقوقس کا خط ایک نیا گواہ بنکر کھڑا ہو گیا ہے۔ وضعی قرار دیا ہے۔ اور یہانتک اس افترا میں غلو کیا ہے کہ کہتا ہے کہ مُہر کے متعلق صحابہؓ نے بغیر کسی غرض کے جھوٹی احادیث بنا کر مشہور کی ہیں۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ یہ دشمن اسلام سر ولیم میور ہے جو اپنی کتاب لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دیباچہ میں احادیث پر ایک لمبا چوڑا مضمون لکھکر احادیث کی صحت اور وضعی ہونے پر فیصلہ کرنیکے لیے حَکَم بن بیٹھا ہے۔ حالانکہ اس شخص کو ان ابتدائی اصول سے بھی واقفیت نہیں جو احادیث کے پرکھنے میں کام آتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ایسے ناواقف مگر سخت معاند ناواقف کی کتاب کو تمام یورپ اور امریکہ میں بہت قابل اعتبار مانا جاتا ہے اور اس کے بیانات کو صحیح تسلیم کیا جاتا ہے۔ پھر ایسے خیالات کے ہوتے ہوئے یہ لوگ اسلام کی صداقتوں سے کیونکر واقف ہو سکتے ہیں اور اسکے چمکدار چہرہ تک تعصب کے گرد و غبار کی گھٹاؤں کے ہوتے ہوئے انکی نظریں کیونکر پہنچ سکتی ہیں۔ میور صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم یعنی انگوٹھی کی احادیث وضعی قرار دینے کے لیے مندرجہ ذیل وجوہات بیان کرتا ہے جو میں اسکے اپنے الفاظ میں نقل کرتا ہوں۔ اردو ترجمہ اس کی تحریر کا یہ ہے۔

"اب تک جسقدر واقعات کی خلاف بیانی کا ذکر کیا گیا ہے وہ خیالات کے کسی خاص رنگ میں رنگین ہونیکی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جس کی حقیقت کو میں بیان کرنیکی کوشش کر رہا ہوں۔ مگر صحابہؓ کی شہادت جس صورت میں وہ ہم تک پہنچی ہے۔ ایسے ناقابل بیان طرز سے بناوٹی اور وہمی ہے کہ جہاں کوئی خاص غرض بھی معلوم نہیں ہوتی۔ اور جہاں واقعات کو غور سے دیکھنے کا موقع انکو اچھی طرح سے حاصل تھا۔ وہاں بھی حدیثیں ایک دوسری کی کھلی کھلی تردید کرتی ہیں...... پھر انگوٹھی کے متعلق دیکھو یہ ایک ایسا معاملہ تھا جس میں نہ کوئی فرقہ بندی کا خیال تھا نہ کسی خاندان کی رعایت یا کسی عقیدہ کا سوال تھا۔ مگر احادیث ایک دوسری سے سخت متعارض ہیں۔ ایک فریق تو یہ بیان کرتا ہے کہ خطوط پر مہر لگانیکی ضرورت کو محسوس کر کے آنحضرتؐ نے اس غرض کے لیے خالص چاندی کی انگوٹھی تیار کروائی تھی۔ ایک دوسرا فریق بیان کرتا ہے کہ خالد ابن سعید نے ایک انگوٹھی لوہے کی جسپر چاندی کا خول چڑھا ہوا تھا اپنے لیے بنوائی تھی اور یہ انگوٹھی آنحضرتؐ کو پسند آگئی پس آپ نے اپنے استعمال کے لیے اسے لے لیا۔ ایک تیسری روایت کا یہ بیان ہے کہ ابن سعید ملک حبش سے یہ انگوٹھی لایا تھا۔ اور چوتھی روایت یہ ہے کہ یہی انگوٹھی معاذ نے اپنے لیے یمن میں کندہ کروائی تھی۔ پھر احادیث کا ایک مجموعہ یہ بیان کرتا ہے کہ آنحضرتؐ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے اور ایک گروہ بائیں ہاتھ میں بعض حدیثیں بیان کرتی ہیں کہ آپ مُہر کی جانب کو اندر کی طرف رکھتے تھے اور بعض یہ کہ آپ باہر کی طرف رکھتے تھے۔ ایک حدیث میں یہ لکھا ہے کہ اسپر نقش "خدا کی صداقت" تھا اور باقی سب حدیثوں میں لکھا ہے کہ نقش محمد رسول اللہ تھا۔ یہ تمام احادیث ایک ہی انگوٹھی کا تذکرہ بیان کرتی ہیں کیونکہ یہ بار بار بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ انگوٹھی حضرت ابوبکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ کے

پاس رہی اور حضرت عثمان سے چاہ اریس میں گر پڑی۔ پھر ایک حدیث یہ بھی ہے کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ ہی آپ کے کسی جانشین نے کبھی کوئی انگوٹھی پہنی۔ اب یہ مختلف بیانات شک کے رنگ میں مذکور نہیں ہیں۔ نہ قیاسی طور پر بیان کیے گئے ہیں کہ ہم انکو صحیح یا غلط کہہ سکیں۔ بلکہ انکی سچائی کے پورے پورے یقین کے ساتھ انکا ذکر کیا گیا ہے۔ اور ایسے تفصیلی واقعات انکے متعلق دیے گئے ہیں کہ ایک بے تعصب پڑھنیوالے کے دل پر یہ اثر ان کا ہوتا ہے کہ انکے بیان کرنیوالوں کو ان واقعات سے پوری پوری آگاہی تھی۔ اب ان تمام خود ایجاد کردہ اور عمدًا وضع کیے ہوئے بیانات کو ہم کس عادت یا میلان طبع کی طرف منسوب کر سکتے ہیں سوائے اسکے کہ یہ کہیں کہ محض قصوں کو بنا بنا کر بیان کرنیکی محبت ہی ان تمام بناوٹوں کی جڑھ ہے"

اب جو کچھ ہرزہ درائی میور صاحب نے اس تحریر میں کی ہے اس کی تردید کے لیے تو مقوقس والا اصلی خط ہی کافی ہے جس کے اخیر پر بعینہ وہی مُہر موجود ہے جس کا تذکرہ احادیث میں بھی ہے اور ایک اندھا بھی اس صداقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ مگر میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ میور نے اس تحریر میں کسقدر افترا پردازی سے کام لیا ہے اور کسقدر جہالت دکھائی ہے۔ اگر میور صاحب معتبر اور غیر معتبر احادیث میں فرق کو نہ بھول جاتا تو وہ کبھی اتنا بڑا جھوٹا الزام صحابہ رضی اللہ عنہم پر نہ لگاتا۔ لیکن اپنی ناواقفیت کی وجہ سے یا عمدًا اس تنقید کے وعید اسنے سب قسم کی حدیثوں کو گڈمڈ کر دیا ہے۔ یہ نازک کام معتبر اور غیر معتبر حدیث میں امتیاز کرنیکا ایک بہت ہی مشکل کام ہے مگر اس محنت کو محدثین رضی اللہ عنہم نے اُٹھایا اور شاقہ تکالیف اُٹھا کر اس عظیم الشان کام کو پورا کیا۔ چونکہ انہوں نے یہ کام ایک ایسے زمانہ میں شروع کیا جو اسلام کا نہایت ابتدائی زمانہ تھا یعنی دوسری تیسری صدی ہجری بلکہ پہلی صدی کے اخیر پر ہی یہ کام شروع ہو گیا تھا اس لیے ان کے سامنے تحقیقات کے ایسے وسائل موجود تھے۔ جنسے وہ اپنے مقصد کو کامیابی سے حل کر سکتے تھے اور جو شخص اپنی محنت سے آج اس کام کو کرنا چاہتا ہے وہ انکی کامیابی کے لاکھویں حصہ تک بھی نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ ایک غیر مذہب کا آدمی جو تعصب سے پُر ہو اس مشکل کام کو اُٹھا سکے۔ حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری عمر ایک اسی کام میں صرف کی اور خدائے تعالیٰ نے انکو اس کام کے لیے خاص ہی قویٰ عطا فرمائے تھے جیسا میں انشاء اللہ دوسرے حصہ مضمون میں بیان کرونگا۔ اور پھر محنت شاقہ سے ساری عمر ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے کراتے چھ لاکھ حدیث اکٹھی کی جن میں سے صرف سات ہزار کے قریب مختلف روایتوں کو اپنی کتاب صحیح میں لکھا۔ مگر ان لوگوں کی قابل قدر محنتوں کی کچھ پروا نہ کر کے ایک دشمن اسلام آج احادیث کے پرکھنے کے لیے یہ اصول بیان کرتا ہے کہ جس حدیث سے اسلام پر کوئی زد پڑتی ہو اُسے صحیح حدیث مان لینا چاہیئے اور جس سے اسلام کی تائید ہوتی ہو اُسے وضعی اور جھوٹی سمجھنا چاہیئے۔ یہ احمقانہ اصول میور صاحب نے وضع کیا ہے اور غالباً اسی اصل کی بنا پر اپنی کتاب میں بہت ایسی احادیث تو بھر

دی ہیں جن کو محقق اہل اسلام رد کر چکے ہیں اور ان احادیث کو چھوڑ دیا ہے جو اعلیٰ درجہ کی معتبر کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اور غالباً اسی وجہ سے خاتم کی حدیثوں کو بھی عجیب طرح سے گڈمڈ کیا ہے اور چند غیر معتبر احادیث کو پیش کر کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کو بھی وضعی قرار دیا ہے۔

اب اول تو یہ امر غور طلب ہے کہ میور کے اعتراض کا کل زور صرف اس بنا پر ہے کہ ایک ہی انگوٹھی کل عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھی یا کم از کم یہ کہ احادیث میں صرف ایک ہی انگوٹھی کا ذکر ہے۔ اسی بنا پر وہ تمام احادیث کو ایک دوسری کی متعارض ٹھہراتا ہے۔ اسکی اس غلط بیانی کی تردید تو احادیث کے پڑھنے سے ہی کافی طور سے ہو جاتی ہے کیونکہ احادیث میں ایک نہیں بلکہ کئی انگوٹھیوں کا ذکر صریح الفاظ میں ہے۔ مگر جو شہادت وہ صرف ایک ہی انگوٹھی کے ہونے پر پیش کرتا ہے اس میں بھی ایک گول مول بات کہکر اس نے اپنا مطلب سیدھا کرنا چاہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "بار بار" احادیث میں یہ لفظ بڑھائے گئے ہیں کہ وہی انگوٹھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں اور انکے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں اور انکے بعد حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں رہی۔ مگر یہ بار بار کا لفظ گول مول ہے۔ اگر وہ یہ ثابت کر دیتا کہ ان تمام احادیث کے بعد جن کو وہ بطور متعارض احادیث کے پیش کرتا ہے۔ مثلاً حبش والی انگوٹھی کی حدیث یا ابن سعید والی انگوٹھی کی حدیث یا معاذ والی انگوٹھی کی حدیث۔ ان میں سے ہر ایک کے بعد یہ لفظ موجود ہیں کہ یہی وہ انگوٹھی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء کے پاس رہی۔ تو اس کا مدعا ثابت ہو جاتا۔ مگر "بار بار" کا لفظ استعمال کر کے اس نے اخفائے حق کیا ہے۔ اور وہ یہ ہرگز نہیں دکھا سکتا کہ ان احادیث کے ساتھ جنکو وہ انس بن مالک کی حدیث کے خلاف پیش کرتا ہے اور جن سے یہ مطلب نکالنا چاہتا ہے کہ انگوٹھی خطوط پر مُہر لگانیکی ضرورت کو محسوس کر کے نہیں بنوائی گئی تھی۔ بلکہ یونہی کسی اور جگہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گئی تھی۔ یہ الفاظ بھی موجود ہوں کہ یہی انگوٹھی اخیر وقت تک آنحضرتؐ کے پاس رہی اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم کے پاس رہی۔ پس یہ الفاظ جو میور نے لکھے ہیں محض دھوکہ دینے کے لیے لکھے ہیں اور اصل بات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ علاوہ ازیں میور صاحب نے معتبر اور غیر معتبر احادیث کو یا صحیح اور ضعیف کو یا اصلی اور وضعی احادیث کو بلا امتیاز گڈمڈ کر دیا ہے۔ مثلاً وہ خود کہتا ہے کہ صرف ایک حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مُہر کا نقش "خدا کی صداقت" تھا اور باقی کل کی کل احادیث میں نقش محمد رسول اللہ بیان کیا گیا ہے۔ اب ہر ایک شخص جو کچھ بھی غور اور فکر سے کام لے یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایک حدیث جو باقی کل کی کل احادیث کے متفق بیان کے خلاف اور ان کی تردید کے لیے میور صاحب نے پیش کی ہے محض اس غرض سے پیش کی ہے کہ اس سے احادیث کی صداقت پر حملہ ہو کہ ان میں تعارض ہی تعارض ہے حالانکہ اگر ایسی کوئی حدیث اسکو ملی بھی تھی تو اسے چاہیئے تھا کہ اسے سلسلہ رواۃ کے ساتھ بیان کرتا کہ فلاں فلاں راویوں نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

جن کے صدق اور عدل اور حفظ پر محدثین نے گواہی دی ہے اور فلاں فلاں محدثین نے اس حدیث کو قابل وقعت سمجھا ہے تا کوئی مقابلہ بھی ہو سکتا کہ آیا وہ احادیث صحیح ہیں جن پر نقش محمد رسول اللہ پایا گیا ہے اور جنکو ہر ایک محدث اور صاحب سیرت نے معتبر اور سچی سمجھا ہے یا ان کل کی کل احادیث کے خلاف وہ اکیلی حدیث صحیح ہے جس میں ان سب کے بیان کی تردید کر کے ایک نیا نقش انگوٹھی کے لیے تجویز کیا گیا ہے۔ کیا تاریخی واقعات کی تحقیق کا یہی ذریعہ ہے کہ ایک امر کے خلاف جسپر سیکڑوں گواہیاں ہوں اور جسے ایک قوم نے سخت محنت اور جانکاہی کے بعد صحیح تاریخی واقعہ تسلیم کر لیا ہو اور کل سے کل محققین کا اسکی صحت پر اتفاق ہو گیا ہو۔ ایسے امر کے خلاف اگر ایک جھوٹی موٹی روایت ملجائے۔ تو فی الفور یہ فتویٰ لگا دیا جائے کہ دونوں امور محض افترا ہیں۔ یہ ہے عیسائی صاحبان کی تنقید اور نقادی کی ایک مثال۔ کیا اس طرح سے کوئی تاریخی امر ثابت ہو سکتا ہے اور کیا تمام تاریخ پر خاک ڈالنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ ہر ایک ثابت شدہ مسلّم امر کے خلاف ایک بات بیان کر دیجاوے خواہ اسکی کوئی اصلیت ہو یا نہ ہو۔ اور پھر اگر اسی طرز تنقید کو مسیح اور حواریوں کی تاریخ پر برتا جاوے تو کیا خود مسیح کے وجود سے ہی انکار نہیں کرنا پڑیگا؟ پھر میور صاحب ایک حدیث بایں الفاظ بیان کرتے ہیں کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ آپکے کسی جانشین نے کبھی کوئی انگوٹھی پہنی۔ اب اگر میور صاحب کو اظہار صداقت مقصود ہوتا تو وہ اس کتاب کا حوالہ بھی دیتے جہاں سے یہ حدیث انکو ملی۔ کیونکہ مجھے ان الفاظ یا اس معنی کی کوئی حدیث نہیں ملی۔ اور جس صورت میں خاتم والی حدیث متواتر روایات سے ثابت ہے تو اگر کوئی ایسی حدیث ملے بھی تو اسے ہمیں رد کرنا پڑے گا اور ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ایسی حدیث پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ باقی رہے ایسے تعارض کہ کوئی کہتا ہے کہ آنحضرتؐ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے کوئی کہتا ہے بائیں ہاتھ میں کوئی کہتا ہے مُہر اندر کی طرف رکھتے تھے کوئی کہتا ہے باہر کی طرف۔ ان میں تعارض کوئی نہیں جس طرح کسی نے دیکھا بیان کر دیا۔ ایک وقت آپنے ایک طرح پہنی دوسرے وقت دوسری طرح۔ جس شخص نے جس طرح دیکھا اسی طرح بیان کر دیا۔ ہاں اگر ایک حدیث میں یہ ہوتا کہ آپ ہمیشہ اور ہر حالت میں آخر زندگی تک دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور دوسری حدیث میں یہ ہوتا کہ آپنے کبھی اور کسی حالت میں آخر زندگی تک کوئی انگوٹھی دائیں ہاتھ میں نہیں پہنی تو یہ بیشک تعارض تھا جس کے رفع کرنیکیلیے ہمیں یہ دکھانیکی ضرورت ہوتی کہ ان میں سے کونسی حدیث سچی ہے اور کونسی جھوٹی۔ مگر ایسی دو حدیثیں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ آپ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے اور ایک کہتا ہے بائیں ہاتھ میں۔ باہم کوئی تعارض نہیں رکھتیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ کسی وقت آپ دائیں ہاتھ میں پہنتے ہوں اور کسی وقت بائیں میں یا پہلے دائیں میں پہنتے ہوں اور بعد میں بائیں میں۔ ایسی کئی توجیہیں ہو سکتی ہیں۔ بلکہ یہ احادیث انگوٹھی کی موجودگی کو یقینی طور پر ثابت کرتی ہیں کیونکہ مختلف دیکھنے والوں نے مختلف حالتوں میں پہنے ہوئے اسے دیکھا۔ پس جو اختلافات معمولی حالات زندگی سے پیدا ہوتے ہیں ان کو

الگ رکھکر یہ امر مشترک تمام کے درمیان پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنائی تھی اور آپ اُسی پہنا کرتے تھے۔

اب میور صاحب کے دوسرے تعارضات پیش کردہ کو ہم لیتے ہیں۔ اس امر کو کل محدثین نے اور اصحاب سیر نے تسلیم کیا ہے کہ بادشاہوں کو خطوط لکھنے کا ارادہ کرتے وقت یہ امر آپکے سامنے پیش کیا گیا تھا کہ بغیر مُہر کے یہ خطوط پڑھے نہیں جاویں گے جسپر آپنے انگوٹھی بنوائی اور اس پر مُہر کا نقش محمد رسول اللہ کھُدوایا۔ ان میں سے پانچ مختلف روایتیں صحیح بخاری سے مَیں نے اوپر بھی پیش کی ہیں۔ اب میور صاحب کہتے ہیں کہ کئی دوسری احادیث میں اس امر کی تردید ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ یہ انگوٹھی ابن سعید حبش سے لایا تھا۔ مگر حبش سے جو انگوٹھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آئی تھی اسکے متعلق صحاح ستہ کی کتاب ابوداؤد میں مندرجہ ذیل حدیث صاف الفاظ میں موجود ہے جس سے میور صاحب کا بیان جھوٹ ثابت ہوتا ہے۔ عن عائشۃ قالت قدمت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلیۃ من عند النجاشی اھداھا لہ فیھا خاتم من ذھب فیہ فص حبشی قالت فاخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعود معرضا عنہ اوببعض اصابعہ ثم دعا امامۃ بنت ابی العاص بنت ابنتہ زینب فقال تحلی بھذا یا بنیۃ۔ (کتاب الخاتم۔ باب ماجاء فی الذھب للنساء) یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ روایت کرتی ہیں کہ نجاشی شاہ حبش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ زیورات بھیجے تھے جن میں ایک انگوٹھی سونے کی تھی اور اسکا نگینہ حبشی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انگوٹھی سے اعراض کرتے ہوئے ایک لکڑی یا اپنی بعض انگلیوں سے اسے پکڑا.......... اور پھر اپنی بیٹی زینب کی لڑکی امامۃ کو جو ابوالعاص کی لڑکی تھی بلوایا اور اُسے کہا کہ اس انگوٹھی کو تو پہن لے۔" یہ ہے صحیح واقعہ حبش سے آئی ہوئی انگوٹھی کا اور ظاہر ہے کہ اس انگوٹھی کو خطوط پر مُہر کرنیوالی انگوٹھی سے کوئی تعلق نہیں اور یہ محض حماقت ہے کہ یہ فرض کر لیا جاوے کہ ایک ہی انگوٹھی کل عرب میں اُس زمانہ میں تھی۔ ہیں نہیں کہہ سکتا کہ میور صاحب نے محض تعارض دکھانیکی خاطر ان دونوں انگوٹھیوں کو عمداً ایک بنا کر دکھانیکی کوشش کی ہے یا وہ اصل اسکو دھوکہ لگا ہے کہ حبش سے آئی ہوئی انگوٹھی وہی تھی جس سے خطوط پر مُہر لگانیکا کام لیا گیا۔

ایک اور حدیث جو میور صاحب نے سب سے پہلی اور مسلّم حدیث کے متعارض سمجھکر پیش کی ہے یہ ہے کہ خالد ابن سعید نے اپنے لیے ایک انگوٹھی بنوائی تھی جو لوہے کی تھی اور جس پر چاندی کا ورق چڑھا ہوا تھا۔ اور کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ انگوٹھی ایسی اچھی لگی کہ آپ اسے اپنے استعمال میں لائے،، جس سے وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ یہ استعمال خطوط پر مُہر لگانیکا تھا۔ اور اسطرح دونوں حدیثوں کو باہمی متعارض ٹھہراتا ہے۔ اصل حقیقت

جسکو ابن سعد نے بیان کیا ہے یہ ہیں۔ خالد بن سعید یعنی ابن العاص اتی وفی یدہ خاتم فقال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما ھذا اطرحہ فطرحہ فاذا الخاتم من حدید ملوی علیہ فضۃ قال فما نقشہ قال محمد رسول اللہ قال فاخذہ فلبسہ۔ یعنی خالد ابن سعید آئے اور انکے ہاتھ میں انگوٹھی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے اسکو پھینک دو۔ انہوں نے انگوٹھی کو پھینک دیا وہ لوہے کی انگوٹھی تھی جس پر چاندی کا ورق چڑھا ہوا تھا۔ راوی نے پوچھا اسکا نقش کیا تھا۔ کہا محمد رسول اللہ۔ کہا پھر آپنے وہ انگوٹھی اُٹھالی اور اُسے پہن لیا۔ اب اس حدیث میں نہ تو یہ لفظ ہیں کہ انگوٹھی آپ کو پسند آگئی اور نہ ہی یہ لفظ ہیں کہ اسی انگوٹھی سے آپ خطوں پر مُہر لگایا کرتے تھے۔ یہ دونوں باتیں میور صاحب کے دماغ کا اختراع ہیں جو محض اس نے حدیث کو بے اعتبار ثابت کرنیکے لیے خود ہی تراشی ہیں۔ اور یہ حدیث کسی طرح سے پہلی حدیث کے متعارض نہیں۔ اگر یہ سوال ہو کہ آپنے انگوٹھی خالد کے ہاتھ سے کیوں اُتروادی تو اسکا جواب صاف ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود ہے کہ آپنے صحابہؓ کو ایسی انگوٹھیاں بنوانے یا پہننے سے منع کیا تھا جن پر محمد رسول اللہ کا نقش ہو۔ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتما من فضۃ ونقش فیہ محمد رسول اللہ وقال انی اتخذت خاتما من ورق ونقشت فیہ محمد رسول اللہ فلا ینقشن احد علی نقشہ۔ اور یہ بھی حدیث موجود ہے کہ ایسی انگوٹھیاں بعض صحابہؓ کو پہنے ہوئے دیکھکر آپنے اُتروا بھی دی تھیں۔ ایسا ہی ایک اور روایت میں جو صحیح بخاری میں ہے یہ لفظ موجود ہیں قال انا اتخذنا خاتما ونقشنا فیہ نقشا فلا ینقش علیہ احد۔ پس محمد رسول اللہ کے نقش کی انگوٹھیاں بنوانے اور پہننے کی صریح ممانعت ہو چکی تھی اور حکمت اس میں یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ آپ کی انگوٹھی شاہی پروانوں اور خطوط پر مُہریں لگانے کے کام آتی تھی پس اگر ہر شخص کے پاس ایسی انگوٹھی ہو۔ تو اس سے فتنہ پڑتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس ممانعت کی خبر خالد ابن سعید کو نہ پہنچی تھی یا یہ واقعہ عام ممانعت سے پہلے کا ہے۔ اور حدیث لانیوالے کا اس حدیث کے لانے سے مطلب بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس ممانعت کو ظاہر کرے کیونکہ وہ راوی سے دریافت کرتا ہے کہ اُسکا نقش کیا تھا اور اُسکا جواب ملتا ہے محمد رسول اللہ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ انگوٹھی پھینکوانیکی اصل وجہ صرف یہی نقش تھی جس کی ممانعت آنحضرتؐ نے کردی تھی۔ اس حدیث سے نہ صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ انگوٹھی وہ نہ تھی جو خطوط پر مُہر لگانیکے لیے بنوائی گئی تھی بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ انگوٹھی اس سے پہلے موجود تھی جسکا نقش محمد رسول اللہ تھا۔ بلکہ اس انگوٹھی کی نقل ہی یہ انگوٹھی تھی اور یہی وجہ اس کے پھینکوانیکی ہوئی۔ پس اس حدیث کا تعارض تو ایک طرف رہا اس پہلی حدیث کی تائید ہوتی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ شاہی خطوط پر

مُہر کرنے کے لیے آپ نے ایک انگوٹھی بنوائی تھی جس کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔ یہ ہے ان لوگوں کی واقفیت اور علم اور یہ ہیں انکی چالبازیاں گویا جس طرح انکے نزدیک عیسائی مذہب کی تائید میں کوئی جھوٹ بولدینا جائز ہے اسی طرح کسی دوسرے مذہب پر عیب لگانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا جائز سمجھا جاتا ہے ورنہ کوئی شخص بتائے کہ آیا یہ حدیثیں متعارض ہیں یا ایک دوسرے کی مصدق ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ پھینکوا دینے کے بعد آنحضرتؐ نے خود دل سے کیوں پہن لیا۔ تو اسکی وجہ بہ آسانی معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ اسپر خدائے تعالیٰ کا پاک نام تھا اس لیے آپ نے انگوٹھی کو اُٹھا کر ہاتھ میں پہن لیا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پھر اسے ہمیشہ پہنے رکھا ہو بلکہ بعد میں تُڑوا دیا ہوگا کیونکہ آپ کے پاس صرف ایک ہی انگوٹھی رہی جو چاندی کی تھی اور جسکو خاص غرض کے لیے تیار کیا گیا تھا وہی انگوٹھی حضرت ابوبکر عمر عثمانؓ تک پہنچی۔ نہ کوئی اور۔ اور ایک وجہ انگوٹھی کو اٹھا کر پہن لینے کی یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ تا کوئی دوسرا شخص اُٹھا کر اُسے نہ پہن لے۔ جب سے وہ غرض مفقود ہو جاتی جس غرض کے لیے انگوٹھی اُتروائی گئی تھی۔

تیسری حدیث جو تعارض ثابت کرنے کے لیے میور صاحب پیش کرتا ہے یہ ہے کہ وہ انگوٹھی جس سے خطوط پر مُہر لگائی جاتی تھیں اصل میں معاذ نے اپنے لیے یمن میں کندہ کرائی تھی۔ یہ حدیث مجھے کہیں نہیں ملی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ کسی حدیث میں اسی قسم کا تصرف کر کے جیسا کہ اول دو حدیثوں میں اس نے کیا ہے میور صاحب نے یہ حدیث بنائی ہے ہمیں کوئی وجہ اس امر کی معلوم نہیں ہوتی کہ یمن میں مُہر کو کندہ کروانے کی کونسی ضرورت پیش آئی تھی جبکہ مدینہ میں بہتیرے کندہ کرنیوالے موجود تھے۔ بلکہ صحیح بخاری اور دوسری صحاح ستہ کی احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی انگوٹھی کو دیکھ کر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی انگوٹھیاں اسی نقش کی بنوالی تھیں۔ اب اگر مدینہ میں نقش کندہ کرنے کی سہولت نہ ہوتی تو یمن میں ہر ایک کا جا کر کندہ کرانا مشکل کام معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث کہ بادشاہوں کے نام جو خطوط لکھے گئے تھے انپر مُہر لگوانے کی ضرورت کی وجہ سے انگوٹھی بنوائی گئی تھی نہ کسی اور غرض سے۔ اسقدر مختلف راویوں کے سلسلوں سے محدثین تک پہنچی ہے کہ اسکی صحت میں ہرگز کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی ایسی متفق علیہ حدیث کی تردید ایک آدھی ایسی حدیث سے ہو سکتی ہے جس کا پتہ لگانا بھی مشکل ہے۔ بہر حال میور صاحب کی تمام کارگذاری جسکے لیے اسے اسقدر غلط بیانیوں اور افتراؤں سے کام لینا پڑا ایک مقوقس والے خط کے دریافت ہو جانے سے خاک میں مل گئی ہے۔ اور اگر وہ خود زندہ ہوتا تو شاید شرمندہ ہو کر اس کو آئندہ ایڈیشنوں سے نکال دیتا۔ اگرچہ باوجود اس خط کے کتاب شایع ہونے سے پہلے معلوم ہو جانے کے بھی میور صاحب نے اُس بے نظیر ثبوت کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جو اس خط پر مُہر کی موجودگی سے پیدا ہوتا ہے۔

غرضکہ مقوقس والا خط ایک بے نظیر شہادت احادیث کی صداقت پر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے مگر اس شہادت کے علاوہ میں احادیث کی صداقت پر ایک اور بے نظیر شہادت اس مضمون میں پیش کرنی چاہتا ہوں۔ یہ شہادت نہ صرف

احادیث کی صداقت پر ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا منجانب اللہ ہونا ثابت کرتی ہے۔ یہ ہے احادیث میں پیشگوئیوں کا موجود ہونا۔ اسلام کی تاریخ کو اگر ہم تین زمانوں پر تقسیم کریں یعنی ابتدائی زمانہ۔ درمیانی زمانہ اور آخری یا موجودہ زمانہ تو ان تینوں میں ہم ان پیشگوئیوں کا ظہور کھلا کھلا پاتے ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں اور جنسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ہر زمانہ میں اپنی چمک دکھاتی ہے۔ اور آپ کی برکات کا ہر زمانہ میں جاری رہنا ثابت ہوتا ہے۔ کفار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غالب آنیکی پیشگوئیاں کھلے کھلے الفاظ میں قرآن کریم کی مکی سورتوں میں موجود ہیں۔ مگر اسجگہ میرا منشا صرف ان پیشگوئیوں کے بیان کرنیکا ہے جو احادیث میں ہیں۔ ایسی پیشگوئیاں بکثرت ہیں مگر نمونہ کے طور پر صرف ایک ان میں سے مَیں پیش کرتا ہوں مثلاً حدیث میں یہ پیشگوئی موجود ہے کہ صحابہ رض شام اور ایران کو فتح کریں گے یہ پیشگوئی اسوقت کی ہے جب جنگ احزاب کے وقت خندق کھودی جارہی تھی۔ احمد نسائی بیہقی طبرانی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اصل حدیث یہ ہے جسکا اول راوی براء بن عازب صحابی ہے۔ قال لما کان حین امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحفر الخندق عرضت لنا فی بعض الخندق صخرۃ لا تاخذ فیھا المعاول فاشتکینا ذٰلک الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاء فاخذ المعول فقال بسم اللہ فضرب ضربۃ فکسر ثلثھا وقال اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام واللہ انی لابصر قصورھا الحمر الساعۃ ثم ضرب الثانیۃ فقطع الثلث الآخر فقال اللہ اکبر اعطیت مفاتیح فارس واللہ انی لابصر قصر المدائن ابیض ثم ضرب الثالثۃ وقال بسم اللہ فقطع بقیۃ الحجر فقال اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الیمن واللہ انی لابصر ابواب صنعاء من مکانی ھذا الساعۃ ..... اور بعض روایتوں میں اخیر میں یہ الفاظ آئے ہیں ففرح المسلمون واستبشروا۔ یعنی خندق میں ایک پتھر کو توڑتے وقت آپنے یہ فرمایا کہ مجھے شام کی کنجیاں دیگئی ہیں اور مَیں اسکے سرخ محلوں کو اسوقت دیکھ رہا ہوں۔ اور پھر فرمایا کہ مجھے فارس کی کنجیاں دیگئی ہیں اور مَیں اسجگہ سے اسکے سفید محلوں کو دیکھ رہا ہوں اور ایسا ہی یمن کے متعلق فرمایا کہ اسکی کنجیاں مجھکو دیگئی ہیں۔ اور یہ اس حال میں فرمایا جب آپ ایک پتھر کو توڑ رہے تھے۔ آپنے اس پتھر کو تین ضربوں میں توڑا اور ہر ایک ضرب کے بعد ایک پیشگوئی کی گویا اس پتھر کا توڑنا بطور ایک فال کے تھا کہ سلطنتیں آپ کے صحابہ رض کے آگے اسی طرح ٹوٹ جائیں گی۔ اور پیشگوئی میں یہ بھی آیا ہے کہ اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ واذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ۔ یعنی جب قیصر اور کسرےٰ ہلاک ہوجائیں گے اور انکی سلطنتیں مسلمانوں کے ہاتھ آجائینگی تو پھر اسکے بعد کوئی قیصر و کسریٰ پیدا نہ ہوگا یعنی ایسا شخص پیدا نہ ہوگا جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ان ملکوں کو چھین لے۔ پس جیسا پہلی پیشگوئیوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ان ممالک کو فتح کرلیں گے دوسری پیشگوئی

سے معلوم ہوتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کا کوئی جانشین پھر ان ممالک کو انکے ہاتھ سے نہ لے سکیگا۔ اور چونکہ اس دوسرے امر کی صداقت پر تیرہ سو سال نے گواہی دیدی ہے اور آجتک بھی اس کی صداقت کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس لیے اس سے پہلی پیشگوئی کے متعلق تائیدی شہادت پیدا ہوتی ہے۔

بخاری ابو داؤد وغیرہ معتبر کتب میں ایسی احادیث بکثرت موجود ہیں جن میں ابتدائے زمانہ سے لیکر اخیر تک مسلمانوں کے متعلق تمام بڑے بڑے واقعات کی خبر دی گئی ہے۔ حضرت عثمان کی خلافت میں فتنوں کا پیدا ہونا۔ اس کے بعد خانگی جنگوں کا مسلمانوں میں شروع ہو جانا اور فتنوں کا بکثرت پھیل جانا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح اور دوسرے بڑے بڑے واقعات جو اس ابتدائی زمانے میں پیش آئے سب پہلے سے بتلائے گئے تھے اور عام طور پر صحابہؓ میں یہ پیشگوئیاں مشہور تھیں اور انکے پورا ہونیسے مسلمانوں کے ایمان بڑھتے اور تازہ ہوتے تھے۔ عیسائی منقد مثل سر ولیم میور کے اس قسم کی احادیث کو وضعی قرار دیتے اور کہتے ہیں کہ جب کوئی فریق غالب ہوا تو اس نے اپنے حسب منشاء احادیث گھڑ لیں۔ مگر یہ محض قیاس ہے اور اسکی غرض کسی نہ کسی طرح پر اسلام پر حملہ کرنا ہے۔ اس دعوے کی کوئی دلیل انکے ہاتھ میں نہیں حالانکہ محدثین کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کسقدر جانکاہی اور محنت سے سچی اور جھوٹی احادیث کو الگ کیا۔ اور انکو کبھی اسبات کی پروا نہیں ہوئی کہ اس حدیث سے کوئی پیشگوئی یا معجزہ بنتا ہے۔ بلکہ کئی حدیثوں کو جن میں بعض معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا بعض خلفاء کی طرف منسوب کیے گئے ہیں انہوں نے وضعی قرار دیا۔ پس ایسے محققین کے متعلق ہم کبھی یہ گمان نہیں کرسکتے کہ محض پیشگوئیاں پوری کرنیکے لیے انہوں نے ایسی احادیث کو لیا۔ نہیں بلکہ انہوں نے صرف اسی اطمینان کے بعد ایسی حدیثوں کو قبول کیا کہ واقعی وہ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔

لیکن علاوہ اسکے ایک اور ثبوت بھی یہ احادیث اپنی صداقت کا رکھتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایسی ہی پیشگوئیاں درمیانی زمانہ کے متعلق بھی پائی جاتی ہیں۔ اور وہ قطعی ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہونیکا اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اسطرح پر کہ حدیث کی اکثر کتابیں جن میں پیشگوئیاں درج ہیں دوسری اور تیسری صدی ہجری میں اکٹھی ہو کر دنیا میں شایع ہو چکی تھیں اور مدرسوں میں پڑھائی جاتی تھیں اور لاکھوں انسان انکا مطالعہ کرتے تھے۔ اب انہی کتابوں میں ہم وہ حدیثیں پاتے ہیں جن میں ایسی پیشگوئیاں مذکور ہیں۔ جو صدہا سال بعد پوری ہوئیں اور بہ سبب اسکے کہ یہ کتابیں لوگوں کے درمیان شایع ہو چکی تھیں انکے پورا ہونے پر اہل علم نے ان واقعات کو لکھا اور خدا کا کلام پورا ہونے پر خوشی ظاہر کی اسطرح پر یہ احادیث نہ صرف اپنی صداقت کا ثبوت ہی اپنے اندر رکھتی ہیں بلکہ ان دوسری احادیث کی صداقت پر بھی شاہد ہیں جن میں وہ پیشگوئیاں موجود ہیں جو جمع احادیث سے پہلے زمانہ میں پوری ہو چکی تھیں۔

سنن ابی داؤد اور صحاح ستہ کی بعض دوسری کتابوں میں ایسی احادیث موجود ہیں۔ جن میں کھلے کھلے لفظوں میں فتح قسطنطنیہ کی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ بلکہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تک فتح قسطنطنیہ نہ ہولے تب تک دجال نہیں نکلیگا۔ اب جس وقت ان احادیث کو ان کتابوں میں لکھا گیا اسوقت قسطنطنیہ عیسائیوں کے ہاتھ میں تھا۔ اور مسلمانوں کی دو یا اڑھائی سو سال کی فتوحات کے باوجود قسطنطنیہ ان کے ہاتھ نہیں آیا تھا اور نہ کوئی قرائن ایسے موجود تھے کہ مسلمان اس شہر کو فتح کرینگے مگر محدثین کو کبھی ان باتوں کا خیال نہ تھا بلکہ وہ صرف یہ دیکھ لیتے تھے کہ حدیث کی صحت ثابت ہے یا نہیں۔ جن احادیث کی صحت انکے نزدیک پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی تھی وہ انہیں قبول کر لیتے تھے خواہ ان میں ایسی پیشگوئیاں ہوں جو پوری ہو چکی ہوں۔ اور خواہ ایسی ہوں جو ابھی آیندہ زمانہ کے متعلق ہوں۔ اب یہ پیشگوئیاں فتح قسطنطنیہ کے متعلق ابتدا سے مسلمانوں کے درمیان شہرت یافتہ تھیں اور پھر دوسری یا تیسری صدی ہجری میں کتابوں میں لکھی جا کر ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئیں۔ چنانچہ ان کے لکھے جانیکے قریباً پانچسو سال بعد ۱۴۵۳ء عیسوی میں قسطنطنیہ فتح ہوا۔ ایسے زمانہ میں جب کہ پیشگوئی کے شایع ہونے پر آٹھ سو سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا تھا۔ یہ کسقدر صریح ثبوت ہے نہ صرف اس امر کا کہ یہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونہہ سے نکلی ہوئی ہیں بلکہ آنحضرت کی صداقت پر بھی یہ پیشگوئیاں بیّن گواہ ہیں۔ ایساہی انہی کتب یعنی ابوداؤد وغیرہ میں ایسی احادیث موجود ہیں جن میں یہ پیشگوئیاں ہیں کہ مسلمان ترکوں کے ہاتھ سے سخت ہزیمت اُٹھائیں گے اور قتل کیے جادیں گے یہ پیشگوئی بھی صدہا سال بعد پوری ہوئی جب ترکوں نے بغداد کو تباہ کیا اور لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا۔ اور خلافت کا خاتمہ کیا۔ یہ واقعہ ساتویں صدی ہجری کا ہے جب ان پیشگوئیوں کو کتابوں میں لکھے ہوئے چار سو سال کے قریب گذر چکے تھے۔ چنانچہ جن لوگوں نے ان احادیث کی شرح لکھی ہے انہوں نے ان تمام واقعات کو جو ان پیشگوئیوں کو پورا کرنیوالے ہیں پوری بسط سے ان احادیث کے نیچے لکھا ہے اور ان پیشگوئیوں کے پورا ہونیکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ ایساہی عیسائیوں کا تھوڑے عرصہ کے لیے مسلمانوں پر غالب آکر بیت المقدس پر قبضہ کر لینا اور مسلمانوں کا پھر دوبارہ انسے بیت المقدس لے لینا ان سب واقعات کے متعلق انہیں کتابوں میں پیشگوئیاں لکھی گئیں اور آخر مدّت بعد پوری ہو کر لاکھوں انسانوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوئیں۔

اسی زمانہ کے متعلق ایک اور مثال میں بیان کرنی چاہتا ہوں۔ صحیح بخاری میں جو بہرحال امام بخاری علیہ الرحمۃ کی وفات سے جو ۲۵۶ھ ہجری میں واقع ہوئی لکھا گیا باب خروج النار کے نیچے یہ حدیث ابوہریرہ کی روایت سے درج ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتقوم الساعۃ حتّٰی تخرج نار من ارض الحجاز تضئ اعناق الابل ببصری۔ یعنی ضروری ہے کہ قبل از قیامت ارض حجاز سے ایک آگ نکلے جو بصرہ میں اعناق الابل یعنی ٹیلوں اور پہاڑیوں کو روشن کر دے۔ یہی حدیث صحیح مسلم میں بھی درج ہے اور اس میں یہ

کھلی کھلی پیشگوئی ہے کہ ارض حجاز سے کوئی عظیم الشان آگ نکلے گی جس کی روشنی بصرے کی پہاڑیوں تک پہنچے۔ یہ پیشگوئی تیسری جمادی الآخر ۶۵۴ھ ہجری کو پوری ہوئی۔ چنانچہ فتح الباری میں اس آگ کے نکلنے کا حسب ذیل ذکر لکھا ہے

قال القرطبی فی التذکرۃ قد خرجت نار بالحجاز بالمدینۃ۔ وکان بدؤھا زلزلۃ عظیمۃ فی لیلۃ الاربعاء بعد العتمۃ الثالث من جمادی الآخرۃ سنۃ اربع وخمسین وستمائۃ واستمرت الی ضحی النھار یوم الجمعۃ فسکنت وظھرت النار بقریظۃ بطرف الحرۃ تری فی صورۃ البلد العظیم علیھا سور محیط علیہ شراریف وابراج وماذن وتری رجال یقودونھا لا تمر علی جبل الا دکتہ واذابتہ ویخرج من مجموع ذلک مثل النھر احمر وازرق لہ دوی کدوی الرعد یاخذ الصخور بین یدیہ وینتھی الی محط الرکب العراقی واجتمع من ذلک ردم صار کالجبل العظیم فانتھت النار الی قرب المدینۃ ومع ذلک فکان یاتی المدینۃ نسیم بارد وشوھد لھذہ النار غلیان کغلیان البحر وقال لی بعض اصحابنا رایتھا صاعدۃ فی الھواء من نحو خمسۃ ایام وسمعت انھا رئیت من مکۃ ومن جبال بصری۔ وقال النووی تواتر العلم بخروج ھذہ النار عند جمیع اھل الشام۔ گویا اس آگ کا نکلنا ایک ایسا مشہور واقعہ تھا کہ سب اہل علم نے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کو محسوس کیا جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں پائی جاتی ہے۔ مطلب عربی عبارت مذکورہ بالا کا یہ ہے کہ قرطبی نے تذکرہ میں اس بات کو بیان کیا ہے کہ حجاز میں ایک آگ نکلی اور اس سے پہلے ایک بڑا بھاری زلزلہ آیا اور یہ واقعہ تیسری جمادی الثانی ۶۵۴ھ ہجری بعد عشاء کا ہے۔ اور یہ آگ برابر چلتی رہی یہانتک کہ جمعہ کے دن چاشت کے وقت آکر ٹھہری۔ اور دور سے یہ آگ ایک بڑے شہر کی طرح نظر آتی تھی جسکے گرد فصیلیں ہوں اور اس پر برج وغیرہ ہوں اور معلوم ہوتا تھا کہ آدمی اس آگ کو چلا رہے ہیں جس پہاڑ پر یہ آگ گذرتی تھی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی اور پگھلا دیتی تھی۔ اور اس سے ایک نہر نکلتی تھی سرخ و نیلگوں رنگ کی آواز اسکی ایسی تھی جیسے بادل کے گرجنے کی آواز۔ اور پتھروں کو ساتھ بہائے لیے جاتی تھی۔ اور اس جگہ پر آکر ٹھہری جو قافلہ عراق کے اترنے کی جگہ ہے۔ اور اس سے ایک روک ایک بڑے پہاڑ کی مانند بن گئی۔ اور آگ مدینہ کے قریب وجوار تک پہنچ گئی مگر باوجود اسکے مدینہ میں ٹھنڈی ہوا آتی تھی۔ اور اس آگ میں ایک جوش اور طوفان نظر آتا تھا جیسا سمندر میں طوفان آتا ہے۔ اور دیکھنے والوں نے بیان کیا کہ قریباً پانچ دن یہ آگ ہوا میں چڑھی ہوئی دیکھی گئی۔ اور یہ بھی میں نے سنا ہے کہ یہ آگ مکہ اور بصرے کے پہاڑوں سے نظر آتی تھی۔ اور نووی کہتا ہے کہ کل اہل شام کے نزدیک اس آگ کے علم کا تواتر پایا جاتا ہے۔

اب ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر غور کرو۔ ان واقعات کو ان پیشگوئیوں پر آج ہی نہیں لگایا جاتا بلکہ جس وقت

یہ واقعات ظاہر ہوئے اسی وقت اہل علم نے ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر خوشی ظاہر کی کیونکہ یہ پیشگوئیاں کوئی پوشیدہ امر نہ تھیں بلکہ لاکھوں انسانوں میں مشہور اور سینکڑوں کتابوں میں لکھی جا چکی تھیں۔ اور اسی لیے نار حجاز کی نکلنے فتح قسطنطنیہ اور تباہی بغداد کو ان شارحین حدیث نے جنکے زمانے سے پہلے یہ واقعات ہو چکے تھے مفصل طور پر اپنی کتابوں میں بیان کیا۔ اس سے بڑھکر صداقت احادیث کا اور کیا ثبوت طلب کیا جا سکتا ہے۔ اب ان پیشگوئیوں کی حقیقت پر غور کرو۔ ترکوں کے ہاتھ سے جو مسلمانوں پر تباہی آنیوالی تھی اس کی کیسی صریح الفاظ میں مخبر صادق علیہ السلام نے خبر دی ہے۔ نہ صرف ترک کا نام لیکر ہی سمجھایا بلکہ یوں بھی بیان فرمایا۔ قال لا تقوم الساعة حتّٰی تقاتلوا قوماً نعالهم الشعر وحتّٰی تقاتلوا الترك صغار الاعين حمر الوجوه ذلف الانف كان وجوههم المجان المطرقة۔ صحابہؓ کے درمیان یہ پیشگوئی بہت شہرت پا چکی تھی کیونکہ انکو یہ خبر دیگئی تھی کہ اتركوا الترك ما تركوكم۔ جب تک ترک تم کو کچھ نہ کہیں تم بھی انہیں مت چھیڑو۔ کیونکہ مسلمانوں پر ترکوں کے ہاتھ سے تباہی آنیوالی ہے۔ چنانچہ حضرت معاویہ کے متعلق یہ واقعہ لکھا ہے کہ معاویہ بن خدیج کہتا ہے کہ میں معاویہؓ کے پاس تھا تو اسکے پاس اسکے ایک عامل کا خط آیا۔ کہ ترکوں سے اسکا مقابلہ ہوا اور اس نے ترکوں کو بھگا دیا۔ اسپر معاویہؓ بہت غضبناک ہوا اور اس عامل کو لکھا کہ جبتک میں تمکو نہ لکھوں انسے جنگ مت کرو کیونکہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ترک عربوں کو نکال دیں گے یہانتک کہ انکو شیح (گھاس) کے اگنے کی جگہ تک پہنچا دیں گے یعنی شہروں سے نکالکر جنگلوں میں داخل کر دیں گے جس سے اشارہ عظیم الشان تباہی کی طرف ہے۔ اور معاویہؓ نے لکھا کہ اسی وجہ سے میں ترکوں کے ساتھ جنگ کرنیکو ناپسند کرتا ہوں اور آخر جب مسلمانوں نے مخبر صادقؐ کے حکم اتركوا الترك کی خلاف ورزی کی اور خوارزم شاہ نے چنگیز خان کے ایلچیوں کو قتل کر ڈالا تو پھر وہ تباہی مسلمانوں پر آئی جسکے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ایسا ہی طبرانی نے یہ حدیث بیان کی ہے ان بنی قنطورا اول من سلب امتی ملكهم۔ یعنی ترک ہی اول وہ لوگ ہوں گے جو میری امت سے ملک چھین لیں گے۔ غرضکہ صحابہؓ کے اندر یہ ایک نہایت ہی شہرت یافتہ امر تھا کہ ترکوں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر خطرناک تباہی آئیگی۔ اور یہ پیشگوئیاں صحاح ستہ کی تمام کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ اور انکے لکھے جانیکے صدہا سال بعد یہ پیشگوئیاں نہایت صفائی اور وضاحت سے پوری ہوئیں۔ ایسا ہی فتح قسطنطنیہ کے متعلق قسطنطنیہ کا نام لیکر پیشگوئی کی گئی ہے۔ آگ کے نکلنے کے متعلق بھی ارض حجاز کو مخصوص کیا گیا ہے اور کسقدر تیقن سے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کبھی قیامت قائم نہیں ہوگی جبتک ارض حجاز سے نار نہ نکلے اور وہ نار اتنی بڑی نہ ہو کہ اسکی روشنی بصرے کی پہاڑیوں تک پہنچے۔ کیا یہ باتیں انسانی علم کے اندر ہیں اور انسان ایسا دعویٰ کر سکتا ہے۔ جس قسم کی آگ کا حجاز میں نکلنا بیان کیا گیا ہے اسکی نظیر تو کل دنیا میں بھی مشکل ملتی ہے چہ جائیکہ ایک خاص قطعہ زمین کو

مخصوص کر دیا جاوے۔ الغرض یہ پیشگوئیاں جو اسلام کے درمیانی زمانے میں پوری ہوئیں مدّتوں پہلے احادیث کی کتابوں میں لکھی جاچکی تھیں اور اس طرح پر یہ احادیث کی صداقت پر ایک عظیم الشان گواہ ہیں۔

مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں اسلام کے ابتدائی یا درمیانی زمانوں تک ہی محدود نہیں رہیں بلکہ اس آخری زمانے میں بھی وہ اُسی صفائی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منجانب اللہ ہونیکی شہادت ادا کر رہی ہیں۔ چنانچہ بطور مثال یہاں چند پیشگوئیاں درج کیجاتی ہیں جو اس زمانہ میں پوری ہوئیں۔ قبل انکے ذکر کرنیکے میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ایک وقت وہ تھا جب مسلمان اس بات سے خوش ہوا کرتے تھے کہ ان کو پتہ لگ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی پیشگوئی پوری ہوئی اور جہانتک ممکن ہوتا تھا وہ واقعات پیش آمدہ کو پیشگوئیوں پر چسپان کرنیکی کوشش کرتے تھے اور الفاظ کے وہ معنے اختیار کرتے تھے جن سے پیشگوئیوں کا پورا ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ثابت ہو۔ مگر اس زمانے میں حالت اُلٹی ہو رہی ہے اور حالانکہ دیکھتے ہیں کہ پیشگوئیاں صفائی سے پوری ہو رہی ہیں۔ مگر انکا انکار کرتے چلے جاتے ہیں اور سیدھے سادے الفاظ کے لیے نئے نئے معنے تراشتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کا ادب اس امر کا مقتضی تھا کہ اگر کسی معنے کے رو سے ایک پیشگوئی پوری ہوگئی ہے تو اسپر خوشی کیجاوے اور اسکو دیگر مذاہب کے سامنے بطور حجت قاطعہ صداقت اسلام کے پیش کیا جاوے۔ ہم کب مان سکتے ہیں کہ یہ لوگ اسلام کی عظمت کو چاہتے ہیں جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے متعلق انہوں نے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ مخالفوں کی طرح انکار کرتے چلے جاتے ہیں۔ اصل وجہ ان کے انکار کی یہ نہیں ہے کہ واقعی پیشگوئیاں انکی سمجھ میں نہیں آئیں بلکہ یہ وجہ ہے کہ ایک مامور من اللہ کا انکار وہ کر چکے ہیں اور اس لیے اب کسی ایسی بات کا اقرار نہیں کرتے جس سے اس کے دعوے کی تائید ہوتی ہو اسلیے انہیں حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی کھلی پیشگوئیوں کا بھی انکار کرنا پڑا۔ مثلاً امام محمد باقر سے دار قطنی میں یہ روایت ہے کہ مہدی کے لیے دو نشان ہیں۔ ینکسف القمر لاول لیلة من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منه یعنی قمر کو اپنی گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات اور سورج کو اپنے گرہن کے دنوں میں سے درمیانے دن میں گرہن لگیگا۔ اور یہ واقعہ ماہ رمضان میں ہوگا۔ سو یہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور جس طرح حدیث میں لکھا تھا سنہ ۱۸۹۴ عیسوی یعنی سنہ ۱۳۱۱ ہجری میں رمضان کی ۱۳۔ تاریخ کو چاند کو اور ۲۸ کو سورج کو گرہن لگا۔ اس واقعہ پر بعض علماء تو ایسے تھے جنہوں نے دبی زبان سے اقرار کیا کہ بے شک نشان تو ظاہر ہوگیا مگر مہدی ظاہر نہیں ہوا۔ اور بعض نے اس واقعہ پر افسوس سے ہاتھ ملے کہ اب لوگ گمراہ ہونگے یعنی اس نشان کو دیکھکر مدعیٔ مسیحیت اور مہدویت کی طرف رجوع کرینگے جو انکے نزدیک گمراہی تھی مگر ان لوگوں سے یہ بھی نہ ہوا کہ کم از کم پیشگوئی کے پورا ہونیکو ہی دیگر مذاہب کے سامنے اسلام کی صداقت کے نشان کے طور پر بیان کرتے اور زور دیتے مگر یہ وہ کہاں کر سکتے تھے کیونکہ دلوں میں تو چور تھا کہ اس سے مدعیٔ مہدویت کے دعوے کو

تقویت پہنچتی ہے۔ اور اکثر نے اول ہی اس بات کو سوچکر پہلے سے ہی یہ اصرار کیا کہ اول لیلہ سے مراد چاند کی پہلی رات ہے نہ گرہن کی۔ حالانکہ یہ معنے ایسے بیہودہ ہیں کہ ایک غور سے کام لینے والا آدمی ایک لحہ کے لیے بھی اسبات کو نہیں مان سکتا کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشا ر چاند کی پہلی رات تھا جب اسے قمر کہہ بھی نہیں سکتے حالانکہ حدیث میں قمر کا لفظ ہے۔ اور دوسری طرف اسے گرہن کیا لگے گا وہ تو پہلے ہی کسی کسی کو نظر آیا کرتا ہے اگر گرہن لگا تو کسی کو بھی نظر نہ آئیگا اور یہ کہا جائیگا کہ چاند چڑھا ہی نہیں نہ یہ کہ اسے گرہن لگ گیا ہے۔ علاوہ ازیں دس پندرہ منٹ میں ہلال غروب ہوجایا کرتا ہے وہ کونسا وقت ہوگا جب خلقِ خدا اسکے گرہن کو بھی دیکھ لے گی اور یہ نشان بھی بن جائیگا غرضکہ یہ معنے نہایت ہی لغو ہیں پر مَیں کہتا ہوں کہ اگر دونوں معنے عبارت کے بھی ہوسکتے جو اس صورت میں نہیں ہوسکتے تو بھی حق یہ تھا کہ جب ایک خاص معنے کے رو سے پیشگوئی پوری ہوتی تھی تو انہی معنوں کو صحیح تسلیم کیا جاتا اور پیشگوئی کے پورا ہونے پر سجدات شکر بجالائے جاتے کہ یہ خصوصیت اسلام میں ہی ہے کہ اسکی پیشگوئیاں اس زمانہ میں بھی اس صفائی سے پوری ہورہی ہیں۔ افسوس کہ تعصب نے ان لوگوں کو نہ صرف امام وقت کے پہچاننے سے ہی روک رکھا بلکہ آنحضرتؐ کی پیشگوئیوں کے انکار پر بھی مجبور کیا۔ یہ حالت مسلمانوں کی ہوگئی ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح سے اور پیشگوئیاں اس زمانہ میں پوری ہوئیں۔ مگر اسی طرح سے اور اسیوجہ سے انکا بھی انکار کیا گیا۔ مثلاً دیکھو کہ یہ پیشگوئی کس قدر صراحت سے پوری ہوئی تھی۔ لیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا۔ یعنی آخری زمانہ میں ایک وقت ایسا آئیگا کہ اونٹنیاں چھوڑ دیجاویں گی اور ان پر سواری نہیں کیجاوے گی۔ اب غور کرو کہ حجاز ریلوے جو تیار ہورہی ہے اس سے کسقدر صفائی سے یہ پیشگوئی پوری ہوتی ہے مگر کیا یہ لوگ اقرار کریں گے؟ وہی خطرہ یہاں بھی انکو دامن گیر ہے جو کسوف خسوف والی پیشگوئی میں یعنی یہ کہ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے۔ ایسا ہی طاعون کا پھوٹ نکلنا۔ زلزلوں کا آنا۔ حج کا بند ہونا نصاریٰ کا روئے زمین پر غلبہ ہوجانا۔ وغیرہ وغیرہ بہت سی ایسی پیشگوئیاں ہیں جو اس زمانہ میں پوری ہوکر روز روشن کیطرح اسلام کی صداقت کو دکھا رہی ہیں مگر صرف اس تعصب کی وجہ سے جو امام وقت کے ساتھ لوگوں کو پیدا ہوگیا ہے اور جو عین سُنّت اللہ کے مطابق ہے۔ یہ لوگ اسلام کی تمام عظمتوں اور اسکی صداقتوں اور اسکے نشانوں کا انکار کرتے چلے جاتے ہیں۔ اے خدا تو انکو راہ راست پر لا! آمین۔

بالفعل مَیں اس مضمون کو اسجگہ ختم کرتا ہوں میری غرض ان تمام پیشگوئیوں کے اسجگہ پیش کرنے سے صرف یہ ہے کہ احادیث میں عظیم الشان صداقتوں کا مجموعہ ہے۔ ہاں صرف اسقدر ہم کہتے ہیں کہ جو حدیث قرآن شریف کے خلاف ہو اُسکو ہم قبول نہیں کرسکتے اس اصل کو مدنظر رکھکر یہ شہادت صداقت احادیث پر جو ہمنے اس مضمون میں پیش کی ہے ایسی شہادت ہے کہ دیگر تاریخی امور میں اسکا وجود نہیں پایا جاتا پس احادیث کی صداقت نہ صرف تاریخی رنگ

میں ہی ظاہر ہے بلکہ ان پیشگوئیوں نے جو احادیث میں پائی جاتی ہیں معمولی تاریخ سے بہت بڑھکر عزت اور شرف احادیث کو دیا ہے۔ خدا کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے اسلام کے لیے وہ وہ فضیلتیں رکھی ہیں۔ جنکا نام و نشان بھی دوسرے مذاہب میں نہیں پایا جاتا۔ اگر خدا نے توفیق دی تو میرا ارادہ ہے کہ ایک مضمون جمع حدیث پر لکھوں۔ کیونکہ اس کے بغیر یہ مضمون بھی نامکمل ہے۔

زلزلے اور پیشگوئیاں

(مرقومہ مولوی شیر علی صاحب بی۔اے)

اکبر مسیح اُن تمام چالوں میں خوب مشاق ہے جو عیسائی مباحثین چلا کرتے ہیں۔ یا تو اپنے بزرگوں کی طرح فریق ثانی کے دلایل کو محرف و مبدل کرکے پیش کرتا ہے یا انکو عمداً نظر انداز کرکے اپنے ناظرین کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ ایپی فینی مورخہ ۲۳۔ جون ۱۹۰۶ء میں اُس کی ایک چھٹی چھپی ہے جس میں وہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے متعلق جو کہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلے کی نسبت تھی نکتہ چینی کرتا ہے اور اپنی معمولی چال بازی سے کام لیتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس زلزلہ کے متعلق دو الہام شایع کیے تھے اول۔ "ایک زلزلہ کا دھکا" دوئم عفت الدیار محلھا و مقامھا۔ پہلا دسمبر ۱۹۰۳ء میں شایع ہوا اور دوسرا مئی ۱۹۰۴ء میں۔ ان الہاموں میں صرف ایک زلزلہ کے متعلق پیشگوئی نہ تھی بلکہ یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ وہ کیسا سخت ہوگا۔ کوئی عقلمند آدمی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ یہ دونوں الہام ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ میں پورے ہوئے۔ لیکن اکبر مسیح ایسی صریح پیشگوئی سے بھی انکار کرتا ہے۔ اس پیشگوئی پر بحث کرتا ہوا پہلی چال وہ یہ چلتا ہے کہ پیشگوئی کے ایک حصہ کو بالکل نظر انداز کردیتا ہے وہ عمداً زلزلہ کے دھکے والے الہام کو نظر انداز کرکے اعتراض کرتا ہے کہ پیشگوئی میں یہ نہیں بتایا گیا کہ مکانات زلزلہ کے سبب سے گریں گے۔ اگر یہ بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے دونوں الہامونکا ایپی فینی مورخہ ۹۔ جون ۱۹۰۶ء میں ایک ہی جگہ ذکر کیا گیا تھا لیکن اکبر مسیح ایک الہام کو لیتا ہے اور دوسرے کو بالکل چھوڑ دیتا ہے اگر دوسرے الہام یعنی زلزلہ کا دھکا میں کوئی نکتہ چینی کی گنجایش نہیں تھی تو اُس نے کیوں دیانتداری سے اقرار نہ کیا کہ یہ الہام بیشک پورا ہوگیا۔ مگر عفت الدیار محلھا و مقامھا والے الہام پر بحث کرتے ہوئے بھی وہ دیانتداری سے کام نہیں لیتا۔ اگر ہم دوسرے الہام کو نظر انداز بھی کردیں اور اسی الہام عفت الدیار کو ہی لیں تو صرف یہی ایک دیانتدار آدمی کو یقین دلانے کے لیے کافی ہے۔ اس میں کم از کم اتنا تو بتلایا گیا تھا کہ مکانوں کا نام و نشان نہیں رہیگا یہ

نہ بتایا گیا ہو کہ کس وجہ سے یہ تباہی آئے گی۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ تباہی وقوع میں آئی یا نہیں۔ اگر وہ وقوع میں آئی تو ہمیں قرار کرنا چاہیئے کہ یہ الہام پورا ہوا۔ لیکن اکبر مسیح ایسا آدمی نہیں کہ حق کو قبول کرے وہ بڑی گستاخی سے حضرت مسیح موعودؑ کو سرقہ کا الزام لگاتا ہے اور لکھتا ہے کہ انہوں نے یہ فقرہ سبعہ معلقہ کے ایک قصیدہ سے چرایا ہے مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ اُسکی اس سے کیا مراد ہے کیا وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب ایک فصیح عربی فقرہ نہیں بنا سکتے تھے اور انہوں نے سبعہ معلقہ سے ایک مصرعہ چرایا اور یہ خیال کیا کہ کوئی شخص اس چوری کو معلوم نہیں کر سکے گا لیکن یہ خیال صریح باطل ہے۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے قریباً بیس۲۰ کتابیں فصیح عربی نظم اور نثر میں لکھی ہیں اور انکو اعجاز کے طور پر پیش کیا ہے کیا یہ خیال حماقت پر دلالت نہیں کرتا کہ ایسے شخص نے فقرہ عربی دوسری کتاب سے چرایا۔ نیز یہ خیال بھی بیہودہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے اور خیال کیا ہے کہ کوئی شخص نہیں معلوم کر سکیگا کہ یہ سبعہ معلقہ کا فقرہ ہے۔ یہ ایک مشہور قصیدہ کا مشہور مصرعہ ہے اور یہ قصیدہ ہر ایک عربی خوان طالبعلم کے ہاتھ میں ہوتا ہے خود اُس احباب کے حلقہ میں جس میں کہ حضرت صاحب نے سب سے پہلے اپنا یہ الہام بیان کیا ایسے فاضل موجود تھے جنہوں نے سینکڑوں دفعہ اس قصیدہ کو پڑھا اور پڑھایا ہوگا۔ تو کیا اس صورت میں اس سے بڑھ کر کوئی لغو خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے سبعہ معلقہ کا ایک فقرہ چرا کر یہ خیال کیا کہ کوئی شخص اس چوری کو معلوم نہیں کر سکے گا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس مصرعہ کو اپنی فصاحت و بلاغت کے ثبوت میں پیش نہیں کیا بلکہ اسکے ذریعہ ایک آئندہ واقعہ کی خبر دی ہے۔ اُسکو اپنا کلام بنا کر پیش نہیں کیا بلکہ یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے وحی ہے اور نتیجہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ واقعی یہ خدا کا کلام تھا۔ جس واقعہ کی اس مصرعہ میں خبر دیگئی تھی (یعنی مکانات کی عام تباہی) وہ وقوع میں آگئی۔ اور اس نے اسبات کا صریح ثبوت دیا کہ واقعی یہ الفاظ خدا کی طرف سے تھے اور مسروقہ بالکل نہ تھے۔ کیا اکبر مسیح بتلا سکتا ہے کہ اگر یہ الفاظ مسروقہ ہیں تو کیوں وہ واقعہ جسکی کہ ان الفاظ میں خبر دیگئی وقوع میں آیا۔ یہ مصرعہ عرب کے شاعر کے مونہہ میں صرف ایک انسان کا کلام تھا۔ اور ایک گذشتہ واقعہ کا بیان تھا لیکن احمدؑ کی زبان پر وہی مصرعہ ایک معجزہ ہو گیا کیونکہ اُس میں ایک آئندہ واقعہ کی خبر دی گئی جو کہ حسب پیشگوئی وقوع میں آگیا۔ اگر پیشگوئی پوری نہ ہوتی تو اکبر مسیح کا حق تھا کہ جو الزام چاہتا لگاتا لیکن جبکہ پیشگوئی پوری ہوگئی جس کا کہ ان الفاظ میں ذکر تھا تو ان الفاظ کو مسروقہ کہنا بیحیائی نہیں تو کیا ہے؟ کیا اکبر مسیح شیکسپیر کی تصنیف ہی سے ایک ایسا مصرعہ انتخاب کر سکتا ہے جسکو وہ پیشگوئی کے طور پر شایع کرے اگر وہ ایسا کر سکتا ہے تو کرے۔ اگر ایسی پیشگوئی پوری ہوگئی تو ہم خوشی سے اُسکو معجزہ ماننے کے لیے طیار ہیں۔ لیکن اگر ایسا کرنا ممکن نہیں تو اُسے اقرار کرنا چاہیئے کہ جو کچھ احمدؑ نے شایع کیا وہ خدا کی طرف سے تھا اور نتیجہ نے اُسکا خدا کا کلام ہونا ثابت کر دیا۔ کیا سرقہ کرنیوالا نبوت کر سکتا ہے۔

یہ سچ بات ہے کہ اگرچہ حضرت مرزا صاحب کے اکثر الہامات نئے ہوتے ہیں مگر چند مواقع پر خدا نے ایسا پسند کیا ہے کہ انسانوں کے الفاظ یا قول کو بطور الہام نازل فرمائے جبکہ اُس نے دیکھا کہ وہ الفاظ اُن واقعات کو ٹھیک طور پر بیان کرتے ہیں جنکو وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ اس قسم کی ایک مثال تو یہی ہے عفت الدیار محلھا و مقامھا اور دوسری مثال حضرت اقدس کا ایک بعد کا الہام ہے اور وہ یہ ہے۔ تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد۔ لیکن یہ پیشگوئیاں اپنے مرتبہ میں دوسری پیشگوئیوں سے کم نہیں ہیں۔ کیا اکبر مسیح بتا سکتا ہے کہ اگر خدا کے کلام کا انسان کے کسی قول سے تطابق ہو جاوے تو اس میں کیا حرج ہے۔ کیا خدا اپنے کلام میں وہی الفاظ استعمال نہیں کرتا جو ہم کرتے ہیں۔ دیکھنا تو یہ چاہیئے کہ یہ الفاظ اُس واقعہ آئندہ کی کیفیت کو کس خوبی سے بیان کرتے ہیں۔ کیا حضرت مرزا صاحب کی طاقت میں تھا کہ کسی قدیمی شاعر کے کلام ہی سے ایک مصرعہ انتخاب کرتے جو کہ آنیوالی مصیبت کا ایسی خوبی سے نقشہ کھینچتا۔

دوسرا اعتراض جو اکبر مسیح اس پیشگوئی پر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے پہلے مرزا صاحب نے یہ سمجھا تھا کہ یہ طاعون کی تباہی کے متعلق ہے۔ یہ اعتراض نبیوں کی پیشگوئیوں کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اُنکی پیشگوئیاں نجومیوں یا ہیئت دانوں کی پیشگوئیوں کی طرح نہیں ہوتیں۔ نجومیوں کی پیشگوئیاں اُنکے اپنے علم پر مبنی ہوتی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ اُنکے اپنے خیالات و علم کا اظہار ہوتی ہیں اس لیے اُنکی پیشگوئیوں کے الفاظ انہیں معنوں میں پورے ہونے چاہئیں جن معنوں میں انہوں نے بروقت اشاعت استعمال کیا تھا۔ لیکن خدا کے مامورین کی پیشگوئیاں اُن لوگوں کی پیشگوئیوں سے بالکل مختلف ہوتی ہیں۔ نبی اپنی پیشگوئیوں کے آپ بانی نہیں ہوتے بلکہ خدا اُن پیشگوئیوں کا ظاہر کرنیوالا ہوتا ہے۔ اس بارے میں نبیوں میں اور دوسرے لوگوں میں صرف یہ فرق ہوتا ہے کہ اول انکے پاس وہ پیغام براہِ راست خدا کی طرف سے پہنچتا ہے حالانکہ دوسرے لوگوں کے پاس وہ پیغام نبیوں کے ذریعہ بالواسطہ پہنچتا ہے چونکہ نبی خود غیب دان نہیں ہوتے اس لیے وہ اس پیغام میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا نہیں سکتے وہ صرف ہُو بہُو اوسکو لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ اگر نبی کسی پیشگوئی کے پورا ہونیکے متعلق کوئی اجتہاد کرتا ہے تو اُسکا اجتہاد بشریت سے بھرا ہوا اجتہاد ہے۔ وہ عالم الغیب ہونیکا دعویٰ نہیں کرتا۔ وہ الہام جس کو کہ وہ شایع کرتا ہے اوسکے کسی اپنے خیال کا اظہار نہیں ہے اگر پیشگوئی ایسی طرز پر پوری نہ ہو جیسا کہ اسکا اپنا خیال ہے تو یہ امر نفس پیشگوئی کی قدر و قیمت کو کم نہیں کرتا۔ ہمیں پیشگوئی کے اصل الفاظ کو مدّ نظر رکھنا چاہیئے یعنی انہی الفاظ کو جو خدا کے موئنہ سے نکلے ہیں اور نتیجہ کا انتظار کرنا چاہیئے اگر کوئی ایسا امر وقوع میں آوے جسپر کہ پیشگوئی کے الفاظ بالصراحت چسپاں ہوں تو ہمیں اقرار کرنا چاہیئے کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا نتیجہ پیشگوئی کے اصل الفاظ کے مطابق ہے۔ اگر نتیجہ اصل الفاظ پیشگوئی کے مطابق ہو تو پیشگوئی کے سچے ہونیکا اقرار کرنا چاہیئے۔ یہ ضروری نہیں کہ جسطرح نبی کا خیال تھا کہ پیشگوئی

اس رنگ میں پوری ہوگی اُسی رنگ میں پوری ہو۔ بائبل اور اسلامی تاریخ سے کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جنمیں پیشگوئیاں ایسی طرز پر پوری ہوئیں جو طرز کہ امید کے برخلاف تھی۔ کیا حضرت مسیح کی آمد کا واقع امید کے برخلاف نہ تھا۔ اکبر مسیح لکھتا ہے کہ ایک مسلمان مصنف ہمیں یقین دلاتا ہے کہ عفت الدیار الخ کا الہام اس طرز میں پورا نہیں ہوا جس طرح مرزا صاحب کو اُمید تھی۔ اگر یہ مسلمان مصنف چراغدین جمونی نہیں ہے جو کہ اپنی رسالت کا کام شروع کرنے سے پہلے ہی طاعون سے ہلاک ہوا تو اکبر مسیح کو چاہیئے کہ اس سے سوال کرے کہ آیا آنحضرت صلعم کا رؤیا جو ہجرت کے متعلق تھا آپ کی امید کے مطابق پورا ہوا؟ کیا آپ نے خیال نہیں کیا تھا کہ وہ کھجوروں والی زمین جس کی طرف آپکو ہجرت کرنی پڑیگی یمامہ یا حجر ہے لیکن وہ مدینہ نکلا۔ کیا اکبر مسیح کے مسلمان دوست کی رائے میں ہجرت کے متعلق آنحضرت صلعم کا رؤیا سچا نہیں نکلا جو کہ آپ کی امید کے مطابق پورا نہ ہوا۔

شروع مئی سنہ ۱۹۰۴ء میں خدا کی وحی حضرت مسیح موعود پر نازل ہوئی کہ مکانات کیا مستقل رہایش کے اور کیا عارضی رہایش کے مٹا دیئے جاویں گے۔ چونکہ اُس وقت اس ملک میں طاعون پھیلی ہوئی تھی حضرت مرزا صاحب نے خیال کیا کہ یہ الہام ایسی عام تباہی کی طرف اشارہ کرتا ہے جو طاعون کے ذریعہ ہوگی۔ لیکن نتیجہ نے ظاہر کر دیا کہ یہ طاعون کی تباہی کے متعلق نہیں تھا بلکہ اسکا مطلب یہ تھا کہ واقعی مکانات کا نام و نشان مٹا دیا جاویگا طاعون تو صرف صاحب خانہ کو ہلاک کرتی ہے لیکن اس الہام سے یہ پایا جاتا ہے کہ نہ خانہ رہیگا اور نہ صاحب خانہ اور یہ الہام اپنے اصلی اور لفظی معنوں میں پورا ہوا۔

اکبر مسیح کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس پیشگوئی کا ظاہر کرنیوالا خدا تعالیٰ ہے نہ مرزا صاحب۔ اگر خدا تعالیٰ کا کلام صفائی کے ساتھ پورا ہوگیا تو ہمیں اُس کلام کو سچا ماننا چاہیئے۔ پیشگوئی خدا کی طرف سے تھی اور اس کے الفاظ کو سوچنا چاہیئے اگر پیشگوئی کے پورا ہونے سے پہلے حضرت مرزا صاحب نے یہ خیال کیا کہ طاعون کے متعلق ہے تو ہم انکو الزام نہیں لگا سکتے کیونکہ انہوں نے غیب دانی کا کبھی دعویٰ نہیں کیا اور نہ یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ پیشگوئی میں نے اپنی علم کی بنا پر کی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی رائے اور پیشگوئی کے معنوں میں اختلاف اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ پیشگوئی بناوٹی نہ تھی حضرت مرزا صاحب کا خیال کچھ اور تھا۔ خدا کا ارادہ کچھ اور۔

تیسرا اعتراض جو اکبر مسیح اس پیشگوئی کے متعلق کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں وقت اور مقام زلزلہ نہیں بتایا گیا۔ اگر اکبر مسیح کو عربی سے کچھ مس ہوتا تو وہ کبھی زلزلہ کے مقام کے متعلق اعتراض نہ کرتا۔ الدیار کا الف لام بتلاتا تھا کہ یہ واقعہ اسی ملک میں ہوگا جس میں کہ حضرت مسیح موعود رہتے ہیں یعنی پنجاب۔ اور الہام کی اشاعت کے وقت یہ ظاہر بھی کر دیا گیا تھا کہ یہ پنجاب کے متعلق ہے اور قریب زمانہ کے متعلق ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے زلزلہ لوگوں کی سزا کے لیے بھیجا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُسکا ٹھیک وقت ظاہر

نہ کیا گیا۔ اور یہی سبب ہے کہ اوس آنیوالے زلزلہ عظیمہ کی گھڑی بھی معین نہیں کی گئی۔ وہ بھی دنیا کو ناگہانی طور پر آلیگا۔ لیکن اس پیشگوئی کی صداقت سے اس لیے انکار کرنا کہ ٹھیک وقت نہیں بتلایا گیا بیوقوفی ہے۔ خدا کی وحی بتلاتی تھی کہ قریب زمانے میں اس ملک میں ایسا زلزلہ آئیگا جو مکانات کو زمین کے ساتھ ملا دیگا۔ اس ملک میں صدہا سال سے کوئی ایسا زلزلہ نہیں آیا تھا اور اس لیے یہ پیشگوئی کسی قیاس پر مبنی نہیں ہو سکتی تھی۔ دوسرے الہام کے شایع ہوتے ایک سال کے اندر اسی ملک میں ایک ایسا سخت زلزلہ آیا جس نے طرفۃ العین میں کانگڑہ کی خوبصورت وادی کو کھنڈرات کا ایک ویرانہ بنا دیا۔ لیکن اکبر مسیح ایسی صریح پیشگوئی سے بھی انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ پیشگوئی سچی نہیں کہی جا سکتی کیونکہ ٹھیک وقت نہیں بتلایا گیا۔ اگر کوئی شخص یہ پیشگوئی کرے کہ زید کو ایک دیوانہ کتّا کاٹے گا اور وہ اس سے مرجائیگا اور ایسا ہی وقوع میں آوے تو کیا ہمیں اس پیشگوئی کا صرف اسی وجہ سے انکار کرنا چاہیئے کہ اسکی موت کا کوئی مقررہ وقت نہیں بتایا گیا۔ اگر اکبر مسیح اسی قاعدہ پر چلے تو اُسکو بائبل کی اکثر پیشگوئیوں سے انکار کرنا پڑے گا۔ دیکھنا تو یہ چاہیئے کہ آیا جو کچھ ظاہر کیا گیا ہے اُسکا ظاہر کرنا پیشگوئی کرنے والے کے اختیار میں تھا اور آیا وہ پورا ہوا یا نہیں۔ اگر یہ دونوں شرطیں پوری ہو جاویں تو پیشگوئی کی تصدیق کرنی چاہیئے۔

عیسائی مباحثین حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے یسوع کو بھول جاتے ہیں اکبر مسیح زڈکیل یہودی نجومی کا مسیح موعودؑ سے مقابلہ کرتا ہے۔ مگر یہ نہیں جانتا کہ ایسا کرنے سے وہ اپنے خداوند کی تذلیل کرتا ہے۔ اگر وہ زڈکیل یہودی کا یسوع سے مقابلہ کرتا تو وہ معلوم کرتا کہ یسوع زڈکیل یہودی سے بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ یسوع نے بھی پیشگوئی کی تھی کہ زلزلے آئیں گے اور وہ اُن کی آمد ثانی کا نشان ہوں گے اور یہ کہ اُس وقت کی موجودہ نسل اوسکی آمد ثانی کو دیکھے گی۔ معترض خوب جانتا ہے کہ نہ صرف وہ نسل گذر گئی بلکہ سیکڑوں اور نسلیں بھی گذر گئیں مگر یسوع کی بات پوری نہ ہوئی۔ اب زڈکیل یہودی نے بھی اس زمانے میں ایک زلزلے کی پیشگوئی کی اور اکبر مسیح کہتا ہے کہ وہ پوری ہو گئی۔ تو کیا اب یہ یہودی یسوع پر فوقیت رکھنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا؟ اگر اکبر مسیح زڈکیل کی اون پیشگوئیوں کا حوالہ دے جو پوری نہیں ہوئیں تو یہ یہودی بھی یسوع کی بہت سی پیشگوئیوں کا حوالہ دے سکتا ہے جو پوری نہیں ہوئیں۔

زڈکیل کی پیشگوئی کا مسیح موعودؑ کی پیشگوئی سے مقابلہ کرتے وقت مفصلہ ذیل امور کا خیال کرنا چاہیئے۔ (۱) حضرت مسیح موعودؑ نے زڈکیل سے دس ماہ پیشتر اپنی پیشگوئی کو شایع کیا۔ (۲) زڈکیل نے اس زلزلہ کی شدت کی کوئی تعیین نہیں کی۔ اُس نے صرف یہ بیان کیا کہ ایک تیز زلزلہ ہوگا۔ مگر ممکن تھا کہ زلزلہ تیز بھی ہوتا اور مکانات کا کوئی بڑا نقصان نہ ہوتا۔ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے بعد بھی بہت سے زلزلے آئے جنکو تیز بیان کیا گیا ہے مگر اُن سے مکانات کا کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا۔ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی میں زلزلہ کی شدت کی

ایسی تعیین کی گئی ہے کہ اُس سے بڑھکر تعیین کرنا ممکن نہیں۔ آپ کی پیشگوئی میں یہ تھا کہ زلزلہ ایسا شدید ہوگا کہ وہ مکانات کو زمین کے ساتھ ملا دیگا۔ اب ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی زڈکیل یہودی کی پیشگوئی سے بدرجہا زیادہ صاف اور واضح تر ہے۔ (۳) حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کی بنا علم ہیئت یا علم زلازل پر نہیں تھی اگر زڈکیل کی پیشگوئی سے سیاروں اور زلازل میں کوئی تعلق ثابت ہوتا ہے تو مسیح موعودؑ کی پیشگوئی سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ عالم الغیب خدا کی طرف سے یہ امر آپ پر ظاہر کیا گیا۔ اور یہ کہ وہ سچے نبی ہیں۔ مگر افسوس کہ عیسائیوں کی آنکھیں تعصب سے بند ہیں اسلیے یہ ایسی واضح اور صاف پیشگوئیاں اونکی نظر میں ناپسند ہیں اور ساتھ اسکے اس نابینائی پر ناز کرتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

ایک صادق کی شہادت

احمق لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ محض استہزا سے ایک سچے سلسلہ کو نیست و نابود کر دیں گے مگر نہیں دیکھتے کہ جس طریق پر وہ ایک مامور من اللہ سے استہزا کر رہے ہیں۔ اسی طرح پہلوں نے بھی اپنے وقت کے نبیوں سے استہزا کیا تھا یحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ پر انکے استہزا نے انہیں کونسا فائدہ دیا۔ فحاق بالذین سخروا منھم ما کانوا بہ یستھزءون۔ استہزا کرنیوالوں کا ذکر مَیں آگے چلکر کرونگا۔ اسجگہ مَیں ایک مرد صادق کی شہادت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پیش کرتا ہوں۔ یعنی حضرت خواجہ غلام فرید مرحوم چاچڑانی کی جو اپنے زہد اور تقوٰے کی وجہ سے سجادہ نشینوں میں ایک خاص امتیاز رکھتے تھے۔ خواجہ صاحب مرحوم کے ملفوظات ان کے ایک با اخلاص مرید نے جمع کر کے ایک کتاب اشارات فریدی میں جسکی تین جلدیں چھپ چکی ہیں شایع کیے ہیں۔ اس کتاب کی تیسری جلد میرے مخدوم و مکرم مولوی عزیز بخش صاحب بی اے محافظ دفتر ڈیرہ غازیخاں نے جو میرے حقیقی بھائی ہیں میرے پاس بھیجی ہے اور مَیں نے اس کو متفرق مقامات سے پڑھا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی جو خط و کتابت خواجہ صاحب مرحوم کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہوئی ہے (جو سراج منیر کے اخیر میں چھپی ہوئی ہے) اس میں بھی آپنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کی تصدیق کی ہے۔ مگر آپکے ان ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صدق دل سے حضرت مسیح موعودؑ کو منجانب اللہ مانتے تھے۔ اور آپ کی خط و کتابت شایع ہو جانے پر مخالف مولویوں نے جو کوششیں آپ کو بدظن کرنیکے لیے کی تھیں وہ سب رائیگان گئیں بلکہ حضرت مسیح موعودؑ سے آپکے حسن ظن اور اخلاص کی ترقی کا موجب ہوئیں۔ چنانچہ ذیل میں مَیں کتاب اشارات فریدی کے چند ایسے مقامات پیش کرتا ہوں۔ مندرجہ ذیل عبارت کتاب مذکور کے صفحہ ۷۹ سے

لے کر ۲۷ تک ہے۔

"سخن در ذکر مرزا غلام احمد قادیانی و در بیان رد و قدح و ذم منکرین افتادہ بود۔ دانشمندے حاضر بود وے صفت و ثناء مرزا صاحب کرد۔ حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ببقائہ بدرجہ غایت خوش و مسرور شدند۔ بعد ازاں فرمودند کہ ہمہ اوقات مرزا صاحب بعبادت خدائے عزّ و جل میگذارند یا نماز میخوانند یا تلاوت قرآن شریف میکنند یا دیگر شغل اشغال مینماید۔ و برحمایت اسلام و دین چناں کمر ہمت بستہ کہ ملکۂ زمان لنڈن را نیز دعوت دین محمدی کردہ است و بادشاہ روس و فرانس وغیرہا ہمہ را دعوت اسلام نمودہ است و ہمہ سعی و کوشش او درانیست کہ عقیدۂ تثلیث و صلیب را کہ سراسر کفر است بگذارند و بتوحید خداوند تعالیٰ بگردند و علمائے وقت را بہ بینید کہ دیگر گردہ مذاہب باطلہ را گذاشتہ صرف درپئے ایں چنیں نیک مرد کہ از اہل سنت و جماعت است و بر صراط مستقیم است و راہ ہدایت مے نماید افتادہ اند و بروے حکم تکفیرے سازند کلام عربی او را بہ بینید کہ از طاقت بشریہ خارج است و تمام کلام او مملو از معارف و حقائق و ہدایت است۔ و از عقائد اہل سنت و جماعت و ضروریات دین ہرگز منکر نیست۔

بعد ازاں فرمودند کہ مرزا صاحب بر مہدویت خود بسیار علامات بیان کردہ مگر از انمیاں دو علامات (کہ در کتاب خود درج ساختہ بیان نمودہ است) برتر و بدرجۂ غایت بردعوائے مہدویت او گواہ اند یکے اینکہ او گفتہ کہ در حدیث شریف آمدہ است کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج المہدی من قریۃ یقال لہا کدعۃ و یصدقہ اللہ تعالیٰ و یجمع اصحابہ من اقصی البلاد علی عدۃ اہل بدر بثلاث مائۃ و ثلاثۃ عشر رجلا و معہ صحیفۃ مختومۃ (ای مطبوعۃ) فیہا عدد اصحابہ باسمائہم و بلادہم و خلالہم یعنی فرمودند نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیروں آید مہدی از دہے کہ گفتہ شد او را کدعہ کہ کدعہ در اصل معرب کادیان است۔ دوم این است کہ او میگوید کہ در دارقطنی ایں حدیث از امام محمد باقر رضی اللہ عنہ روایت کردہ است کہ ان لمہدینا اٰیتین لم تکونا منذ خلق اللہ السمٰوات والارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منہ۔ ہرگاہ خسوف قمر و کسوف شمس بتاریخ ششم از ماہ اپریل ۱۸۹۴ء ہزدہ صد و نود و چہار واقع شد پس مرزا صاحب برائے اتمام حجت خود در اطراف و اکناف عالم اشتہار ایں معنی ارسال کرد کہ ایں پیشین گوئی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم برائے ظہور مہدی موعود فرمودہ بودند اکنوں تمام شدہ است بر ہمہ واجب کہ بمہدویت من اعتراف کنید و اقرار نمائید پس مولویان وقت طفلانہ سوال کردند کہ از حدیث شریف ایں معنی برمے آید کہ از اول شب رمضان خسوف قمر شود و در نیم رمضان کسوف شمس گردد و ایں خسوف بتاریخ سیزدہم رمضان واقع گشتہ و کسوف بتاریخ بست و ہشتم رمضان بوقوع آمدہ ایں خلاف منطوق حدیث است آں خسوف و کسوف دیگر خواہد بود کہ در زمان مہدی برحق وقوع یابد۔

بعدازاں حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ببقائہٖ فرمودند سبحان اللہ بشنوید آنچہ مرزا صاحب معنی حدیث شریف مذکور بیان نمودہ و مولویان منکران را جواب دادہ است مرزا صاحب گفتہ کہ معنی حدیث شریف این است کہ برائے تائید و تصدیق مہدی ما دو نشان مقرر اند ازاں مدت کہ آسمانہا و زمینہا پیدا شدہ اند آں دو نشان در وقت کسی مدعی بظہور نیامدہ و آں دو نشان این است کہ در وقت ادعائے مہدی موعود خسوف قمر در آن اول شب خواہد بود کہ آں شب از سہ شب خسوف اول است۔ یعنی شب سیزدہم از رمضان۔ و کسوف شمس دراں روز خواہد بود کہ از ایام کسوف درمیانہ روز است یعنی بیست و ہشتم از رمضان۔ بعدازاں حضور فرمودند کہ بیشک معنی حدیث شریف این چنین است کہ مرزا صاحب بیان کردہ چہ خسوف قمر ہمیشہ بتاریخ سیزدہم یا چہاردہم یا پانزدہم واقع میشود و کسوف شمس ہمیشہ در تاریخ بیست و ہفتم یا بیست و ہشتم یا بیست و نہم ماہ بوقوع مے آید پس خسوف قمر کہ بتاریخ ششم از ماہ اپریل ۱۸۹۴ء ہژدہ صد و نود و چہارم عیسوی واقع شدہ است و آن بتاریخ سیزدہم رمضان کہ اول شب از شبہائے خسوف است بوقوع آمدہ و کسوف درمیانہ روز از روزہائے کسوف شمس واقع گشتہ است۔“

اور صفحہ ۱۲۳ پر لکھا ہے۔ ” اندرین اثناء حافظ گمون سکنہ حدود گھڑی اختیار خاں بہ نسبت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سقط و ناسزا گفتن آغاز کرد ہمینکہ چہرہ انور حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ببقائہٖ متغیر گردید و بر آں حافظ بانگ زدند و زجر نمودند و سے عرض کرد قبلہ چوں حالات و صفات حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام و اوصاف مہدی موعود در مرزا صاحب یافتہ نمے شوند۔ چگونہ اعتبار کنیم کہ او ست عیسیٰ و مہدی حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ فرمودند کہ اوصاف مہدی پوشیدہ و پنہاں ہستند آنچناں نیستند کہ در دلہائے مردم نشستہ است چہ عجب کہ ہمیں مرزا غلام احمد قادیانی مہدی باشد چہ در حدیث شریف آمدہ کہ دوازدہ دجال اند پس چنداں مہدی اند۔ و در حدیثے وارد شدہ است کہ عیسیٰ و مہدی یکے است بعدازاں فرمودند کہ شرط نیست کہ ہمہ علامات مہدی موافق خیال و فہم مردم کہ در دلہائے خود پنداشتہ اند ظاہر شوند بلکہ حافظا امر دیگر گون است اگر چنیں بودے کہ مردم خیال میکنند پس او را ہمہ خلق مہدی برحق دانستہ باو ایمان آوردے چنانچہ پیغمبران کہ امت ہر نبی چند گروہ شدے بر بعضے کساں کہ حال آں پیغمبر مکشوف شدے پس آنہا ایمان مے آوردند۔ و بر بعضے کساں حال آں پیغمبر مشتبہ مے شد۔ و بر بعضے کساں ہرگز حال آں پیغمبر مکشوف نمے گشت ازیں سبب ہمیں گروہ انکار آوردہ و کافر شدند۔ اگر بر تمام امت ہر پیغمبر حال آں پیغمبر مکشوف شدے ہمہ مسلمانان بودندے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کہ اوصاف و علامات آنحضرت صلعم در کتب سماویہ مکتوب و مرقوم بودند و چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ظاہر شدند و مبعوث گردیدند بعض علامات را مطابق پندار و فہم و وہم خود ہا نیافتند پس بران کسان کہ امر آنحضرت مکشوف شد او نشان ایمان آوردند و بر آں گروہ کہ مکشوف نہ شد انکار کردند ہم چنین است حال

مہدی پس اگر مرزا صاحب مہدی باشند کدام امر مانع است۔

یہ یہنے صرف دو جگہ سے ذکر کیا ہے۔ ایسا ہی اس کتاب کے اور بہت سے موقعوں پر حضرت مسیح موعودؑ کی کھلے کھلے لفظوں میں تصدیق کی گئی ہے چنانچہ صفحہ ۵۷ پر یہ ذکر ہے کہ مرزا صاحب کا ذکر مجلس میں ہو رہا تھا ایک شخص نے کہا کہ مرزا صاحب عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کے توڑنے کے درپے ہیں اور اس زمانہ کے علماء انکے مخالف ہو گئے ہیں اور انپر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور انسے جنگ کر رہے ہیں۔ تو خواجہ صاحب مرحوم نے فرمایا کہ "حق غالب است طرفِ حق غالب است" یعنی علماء جتنا چاہیں جنگ کر لیں حق ہی غالب ہوگا کیونکہ حق کا پہلو ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ ایسا ہی جہاں خواجہ صاحب کے پہلے خط کا جو عربی میں آپنے لکھا تھا ذکر ہے اسکے بعد یہ لکھا ہے کہ آپنے فرمایا کہ "مرزا صاحب مردے نیک و صالح است و نزد من کتابے از ملہمات خود فرستادہ است کمال او از اں کتاب ظاہر است" یعنی مرزا صاحب نیک اور صالح انسان ہیں۔ اور انہوں نے اپنے الہامات کی ایک کتاب میرے پاس بھیجی ہے جس سے انکی فضیلت اور بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔ اس فقرہ میں خواجہ صاحب نے الہامات حضرت مسیح موعود کا منجانب اللہ ہونا صاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اور پھر لکھا ہے کہ جب آپکی اس تصدیق پر بعض علمائے ظاہری نے مرزا صاحب کو برا کہنا شروع کیا اور آپکے حق پر ہونیکا انکار کیا تو آپ نے فرمایا "نے نے وے مرد صادق است مفتری و کاذب نیست" یعنی نہیں نہیں وہ یعنی مرزا صاحب صادق ہیں مفتری اور کاذب نہیں۔ ایسا ہی کئی جگہ اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر آیا ہے اور خواجہ صاحب مرحوم نے ہمیشہ آپکے منجانب اللہ اور صادق ہونیکی گواہی دی۔ شائد بعض ناظرین فارسی عبارت مذکورہ بالا کو نہ سمجھ سکیں۔ اس لئے ذیل میں ان عبارتوں کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔

"مجلس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اور اس بات کا ذکر شروع ہوا کہ منکرین کیا کیا رد و قدح کرتے ہیں اور کس طرح برا کہتے ہیں۔ ایک دانشمند حاضر تھا اس نے مرزا صاحب کی صفت اور ثنا شروع کی حضور خواجہ صاحب نہایت خوش اور مسرور ہوئے۔ بعد اس کے آپنے فرمایا کہ مرزا صاحب کا سارا وقت خدائے عزوجل کی عبادت میں گذرتا ہے یا نماز پڑھتے ہیں یا تلاوت قرآن شریف کرتے ہیں یا دوسرے ایسے ہی شغل رکھتے ہیں۔ اور اسلام اور دین کی حمایت پر ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ دین محمدی کی دعوت ملکہ لنڈن کو بھی کی ہے اور بادشاہان روس و فرانس وغیرہ کو بھی دعوت اسلام کی ہے۔ اور تمام سعی اور کوشش انکی اسی میں ہے کہ یہ لوگ یعنی عیسائی عقیدہ تثلیث اور صلیب کو جو سراسر کفر ہے چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو قبول کریں۔ اور علمائے وقت کو دیکھو کہ جھوٹے مذہبوں والوں کو چھوڑ کر صرف ایک اسی نیک مرد کے درپے ہو گئے ہیں جو اہل سنت وجماعت سے ہے اور صراط مستقیم پر ہے اور لوگوں کو ہدایت کا راہ دکھاتا ہے۔ اور ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔ انکے عربی کلام کو دیکھو

جوانسانی طاقت سے بالاتر ہے۔اور انکی ہر ایک کلام معارف اور حقائق اور ہدایت سے پُر ہے۔اور وہ عقائد اہل سنت وجماعت اور دین کے ضروری امور سے ہرگز منکر نہیں ہے۔بعد اسکے فرمایا کہ مرزا صاحب نے اپنے مہدی ہونیکی تائید میں بہت سی علامتیں بیان کی ہیں لیکن ان سب میں سے دو علامتیں جو انہوں نے اپنی کتاب میں لکھی اور بیان کی ہیں انکے مہدی ہونیکے دعوے پر اعلیٰ درجہ کے گواہ ہیں۔ایک یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی ایک گاؤں سے ظاہر ہوگا جسکا نام کدعہ ہوگا۔اور کدعہ دراصل کادیان کا معرب ہے۔یعنی اسی کی عربی صورت ہے۔دوسری علامت یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ دارقطنی میں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں جو جب سے اللہ نے زمین و آسمان پیدا کیے ہیں کسی مدعی کیلیے ظاہر نہیں ہوئیں یعنی قمر کو ماہ رمضان میں (گرہن کی) پہلی رات کو گرہن لگیگا اور سورج کو (گرہن کے دنوں میں سے) درمیان کے دن گرہن لگے گا۔چنانچہ جب ۶۔اپریل ۱۸۹۴ء کو خسوف قمر اور کسوف شمس واقع ہوا تو مرزا صاحب نے اتمام حجت کے لیے چاروں طرف دنیا میں یہ اشتہار شایع کیا کہ یہ پیشین گوئی جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مہدی موعودؑ کے ظاہر ہونے کے لیے بیان فرمائی تھی۔اب پوری ہوگئی ہے اور سب پر واجب ہے کہ میرے مہدی ہونیکا اقرار کریں۔اسپر اس زمانہ کے مولویوں نے بچوں کی طرح یہ سوال کیا۔کہ حدیث شریف کے یہ معنے معلوم ہوتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات کو چاند کو گرہن لگیگا۔اور رمضان کے نصف میں سورج کو گرہن لگے گا اور یہ چاند گرہن ۱۳ ماہ رمضان کو اور سورج گرہن ۲۸ رمضان کو واقع ہوا ہے اور یہ خلاف منشائے حدیث ہے۔وہ خسوف کسوف اور ہوگا جو سچے مہدی کے وقت میں ظاہر ہوگا۔بعد ازاں حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا سبحان اللہ مرزا صاحب نے حدیث شریف مذکور کے کیا عمدہ معنی بیان فرمائے ہیں اور منکر مولویوں کو کیسا اچھا جواب دیا ہے۔سنو! مرزا صاحب کہتے ہیں کہ حدیث شریف کے معنے یہ ہیں کہ ہمارے مہدی کی تائید اور تصدیق کے لیے دو نشان مقرر ہیں اور جب سے زمین اور آسمان پیدا ہوئے ہیں وہ دو نشان کسی مدعی کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے۔اور وہ دو نشان یہ ہیں کہ مہدی موعودؑ کے دعوے کے وقت میں گرہن اس پہلی رات میں ہوگا جو گرہن کی تین راتوں میں سے پہلی رات ہے یعنی تیرھویں رات رمضان کی۔اور سورج گرہن اس دن واقع ہوگا جو سورج گرہن کے دنوں میں سے درمیان کا دن ہے۔یعنی رمضان کا اٹھائیسواں دن۔بعد اسکے حضور نے فرمایا کہ بیشک حدیث شریف کے یہی معنی ہیں جو مرزا صاحب نے بیان کیے ہیں کیونکہ چاند گرہن ہمیشہ تیرھویں یا چودھویں یا پندرھویں کو واقع ہوتا ہے۔اور سورج گرہن ہمیشہ ستائیسویں یا اٹھائیسویں یا اُنتیسویں تاریخ کو ہوتا ہے پس جو چاند گرہن ۶۔اپریل ۱۸۹۴ء کو واقع ہوا ہے وہ رمضان کی تیرھویں رات کو چاند گرہن کی پہلی رات کو ہی واقع ہوا ہے اور ایسا ہی سورج گرہن درمیان کے دن میں واقع ہوا ہے۔

دوسری جگہ جو تذکرہ کیا گیا ہے وہ یوں ہے۔

اسی اثناء میں حافظ گمون نے جو حدود گڑھی اختیار خاں کا رہنے والا ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نسبت گندے اور بُرے الفاظ میں ذکر شروع کیا۔ جس سے حضور خواجہ صاحب کا روشن چہرہ متغیر ہو گیا۔ اور اس حافظ پر آپ نے آواز بلند کی اور اُسے جھڑکا۔ اس نے عرض کیا کہ قبلہ جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی صفتیں اور حالات اور مہدی موعود کے وصف مرزا صاحب میں نہ پائے جائیں تو ہم کیونکر مان لیں کہ وہ عیسیٰ اور مہدی ہے۔ حضور خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مہدی کے وصف پوشیدہ اور پنہاں ہیں۔ اور وہ ایسے نہیں جو لوگوں نے اپنے دلوں میں سمجھ رکھے ہیں۔ اس میں کونسی تعجب کی بات ہے کہ یہی مرزا غلام احمد قادیانی مہدی ہوں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بارہ دجال ہیں پس اسیقدر مہدی بھی ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ عیسیٰ اور مہدی ایک ہی ہیں۔ بعد اس کے فرمایا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ مہدی کی ساری نشانیاں اسی کے مطابق ظاہر ہوں جو لوگوں نے اپنے خیال اور سمجھ کے مطابق اپنے دلوں میں قائم کر رکھی ہیں۔ حافظا بات تو اسکے خلاف ہے اگر وہی بات ہوتی جو لوگ خیال کرتے ہیں۔ تو ساری خلقت اس کو مہدی جان کر اسپر ایمان لے آتی۔ حالانکہ پیغمبروں کو دیکھتے ہیں کہ ہر نبی کی قوم کے چند گروہ ہوتے تھے۔ بعض لوگونپر اس پیغمبر کا حال ظاہر ہو جاتا پس وہ ایمان لے آتے۔ اور بعض لوگونپر اس پیغمبر کا حال مشتبہ رہتا۔ اور بعض پر بالکل اسکا حال ظاہر ہی نہ ہوتا پس اس گروہ نے انکار کیا اور کافر کہلائے۔ اگر ہر پیغمبر کی کل کی کل قوم پر اُس پیغمبر کا حال کُھل جاتا۔ تو وہ سارے مسلمان ہی ہو جاتے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہی دیکھو کہ آپکے اوصاف اور علامتیں کتب سماوی میں لکھی ہوئی موجود تھیں۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظاہر اور مبعوث ہوئے۔ تو لوگوں نے بعض نشانیوں کو اپنے خیال کی سمجھ اور فہم کے مطابق نہ پایا۔ پس وہ لوگ جنپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال کُھل گیا۔ وہ ایمان لے آئے اور جنپر حال نہ کھلا انہوں نے انکار کیا۔ یہی حال مہدی کا ہے پس اگر مرزا صاحب مہدی ہوں تو کونسا امر مانع ہے۔

ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم نہ صرف حُسن ظن کے طور پر ہی حضرت مسیح موعود کو صادق کہتے تھے بلکہ انکو آپکے ظاہری اور باطنی حالات سے ہر طرح کی آگاہی تھی اور آپکے دعوے اور اس کے دلائل اور مخالفین کے انکار کی وجوہ پر بھی آپ پوری اطلاع رکھتے تھے۔ اور نہ صرف آپکے قلب کی پاکیزگی نے ہی آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کے تسلیم کرنیکے لیے ہدایت کی تھی بلکہ آپکے دعوے اور دلائل پر بھی آپنے پورا پورا غور کیا ہوا تھا اور اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ مخالفین کے اعتراضات طفلانہ اعتراض ہیں۔ یہ صرف ایک مرد صادق کی شہادت ہے۔ لیکن اگر اس قسم کی شہادتوں کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔ بہت سے اولیاء اللہ اور بزرگوں نے یہ تصدیق کی ہے کہ رؤیا میں اُنپر حضرت مسیح موعودؑ کا منجانب اللہ ہونا ظاہر کیا گیا۔ اور بہتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا میں یہ بتایا کہ واقعی مرزا غلام احمد صاحب ہی مسیح موعود ہیں۔ جیسا کہ پیر صاحب العلم جو بلاد سندھ کے مشہور

مشائخ میں سے تھے۔ اور لاکھ سے زیادہ مرید انکے تھے۔ انہوں نے رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت دریافت فرمایا۔ اور یہ شہادت دی۔ ”انی رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واستفسرتہٗ فی امرك وقلت بیّن لی یا رسول اللہ اھو کاذب مفتری او صادق۔ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ صادق ومن عند اللہ۔ فعرفت انك علٰے حق مبینٍ وبعد ذٰلك لانشك فی امرك ولا نرتاب فی شأنك ونعل کما تأمر۔ فان امرتنا ان اذھبوا الی بلاد امریکہ فاناذھب الیھا وما تکون لنا خیرۃ فی امرنا۔ وستجدنا انشاء اللہ من المطاوعین۔ یعنی مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف میں دیکھا۔ پس مَیں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ شخص جو مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کرتا ہے کیا یہ جھوٹا ہے اور مفتری ہے یا صادق ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ صادق ہے اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس مَیں نے سمجھ لیا کہ آپ حق پر ہیں۔ اب بعد اس کے ہم آپکے امور میں شک نہیں کرینگے۔ اور آپ کی شان میں ہمیں کچھ شبہ نہیں ہوگا۔ اور جو کچھ آپ فرمائینگے ہم وہی کرینگے پس اگر آپ یہ کہو کہ ہم امریکہ میں چلے جاویں تو ہم وہیں جائیں گے۔ اور ہم نے اپنے تئیں آپکے حوالہ کر دیا ہے۔ اور آپ انشاء اللہ ہمیں سچے فرمانبردار پائیں گے۔ اس شہادت کو پیر صاحب موصوف نے اپنے مریدوں کے سامنے بھی باواز بلند بیان کیا اور کہا کہ مَیں انکو انکے دعوے میں حق پر جانتا ہوں۔ اب ایک طرف تو ان اولیاء اللہ کی شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انپر حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت ظاہر کی ہے اور دوسری طرف مستہزئین کا استہزا اسی طرح پر ہے جیسا پہلے نبیوں کے وقت میں تھا۔ جس شہادت پر کوئی شخص چاہے عمل کرے۔ اب مَیں مستہزئین کی بھی ایک مثال بیان کرتا ہوں کہ انکا حملہ صرف مرزا صاحب پر ہے یا کل سلسلہ انبیاء پر۔

ایک مکذّب کا استہزا

کل اناء یترشح بما فیہ۔ گذشتہ تحریک نے جو وطن کے ذریعہ ریویو آف ریلیجنز کے متعلق ہوتی رہی۔ مولوی انشاء اللہ خاں کے اندرون کو باہر نکالدیا اور آخر انکی مدت کی مہر خاموشی ٹوٹکر اور صلح اور اتحاد کی فرضی پالسی کی رو دور ہو کر انہوں نے مستہزئین میں اول نمبر حاصل کر لیا ہے۔ کچھ مدّت تو عبد الحکیم کی گالیوں کو چھاپ کر دل ٹھنڈا کیا لیکن چونکہ مدّت کا روزہ رکھا ہوا تھا اس لیے اسقدر سے آپکو سیری نہ ہوئی اور اب اخبار وطن کے ایڈیٹوریل کالموں میں جعفر زٹلی کی تحریروں کا نقشہ ظاہر ہونے لگا ہے۔ چنانچہ اسی رنگ کا ایک مضمون وطن مورخہ ۳۔ اگست ۱۹۰۶ء میں نکلا ہے۔ لکھنے والا اپنا نام نقاش ظاہر کرتا ہے گو اس تمسخر اور استہزا کے لحاظ سے جو اس تحریر میں پایا جاتا ہے۔ نقال کا لفظ زیادہ

موزون ہوتا مگر دراصل یہ تحریر اگر مولوی انشاء اللہ کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہ بھی ہو تو بھی انہوں نے اسے ایڈیٹوریل کالم میں جگہ دیکر اپنی ہی ظاہر کیا ہے۔ اور صفحہ ۵ کے نوٹ کے "بقول بدر مورخہ ۲۴ جولائی ...... بدر کی تحریر آگے درج ہے" نقاش اور انشاء اللہ خاں میں رہا سہا فرق بھی دور ہو جاتا ہے۔ لہٰذا میرے مخاطب اس تحریر میں نقاش صاحب نہیں ہونگے بلکہ انشاء اللہ خانصاحب ہونگے۔ کیونکہ نقاشوں کی گالیوں اور استہزا کو ہم جعفر زٹلی سے بڑھکر نہیں سمجھتے لیکن مولوی انشاء اللہ خانصاحب چونکہ اپنے آپکو بڑا بھاری مسلمان سمجھتے ہیں بلکہ مصلح اور ریفارمر اور گریٹ ہیں۔ اس لیے مجھے یہ دکھانا مقصود ہوگا کہ ان مدعیان اصلاح کی جو اپنے اخباروں کو اسوقت مسلمانوں کی ڈوبتی ناؤ کو بچانیوالے بیان کرتے ہیں۔ اعتقادی حالت کیسی ہے اور آیا انکا حملہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہے یا کل سلسلہ نبوّت پر۔

مضمون کا ابتدا اس طرح سے ہے "ہمیں خوبیٔ قسمت سے جناب مرزا غلام احمد صاحب کے صحفِ آسمانی یعنی ریویو آف ریلیجنز اور الحکم اور البدر کے بالالتزام و بالاستیعاب دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے ان صحیفوں میں سب سے زیادہ دلچسپ وہ حصہ ہے جسکا عنوان مرؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوتا ہے" اب میں مولوی انشاء اللہ صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ طریقِ متانت سے ہے کیا حضرت مرزا صاحب نے خود یا انکے مرید نے کبھی کہا کہ ریویو آف ریلیجنز اور الحکم اور البدر مرزا صاحب پر اُترے ہوئے آسمانی صحیفے ہیں؟ اگر نہیں تو کیا یہ محض افترا اور کذب نہیں؟ ایک شخص جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ بالالتزام اور بالاستیعاب ان رسالوں اور اخباروں کو پڑھنے والا ہے وہ اس بات سے بیخبر نہیں ہو سکتا کہ ان رسالوں اور اخباروں کے ایڈیٹر الگ الگ ہیں اور وہی ان میں مضامین لکھتے ہیں پس جس شخص کی تحریر کی پہلی سطر ہی افترا اور جھوٹ سے بھری ہوئی ہے اسکی تحریر کا اعتبار کیا ہے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ محض استہزا کے طور پر کہا گیا ہے اس سے افترا کا الزام دور نہیں ہو جاتا ہاں یہ سوال ہوگا کہ استہزا کرنا کن لوگوں کا کام ہے۔

مسلمانوں کے سامنے دونوں قسم کی مثالیں موجود ہیں سچے نبی سے اس کے مکذبین نے کیا سلوک کیا اور جھوٹے نبی سے صادقوں اور راستبازوں نے کیسا سلوک کیا۔ پہلی مثال کے لیے دور جانیکی ضرورت نہیں خاتم الانبیاء افضل الرسل حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر ہی غور کر لو۔ انسے کفار نے کیا سلوک کیا۔ کیسا کیسا استہزا آپ سے کیا کرتے تھے جس کیلیے بار بار قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دیگئی کہ یہ سنت اللہ ہے کہ ہر صادق رسول سے استہزا ہوتا چلا آیا ہے۔ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ اور یہ استہزا کرنیوالے وہی لوگ تھے جو قوم میں بڑے معزز اور قوم کے سردار کہلاتے تھے۔ اور اپنے آپ کو مصلح اور آنحضرت کو مفسد قرار دیتے تھے جیسے آج یہ مکذبین مستہزئین اپنے آپ کو مصلح جانتے ہیں۔ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ۔ ابو جہل۔ ابولہب وغیرہ اپنی قوم کے معزز ارکان تھے۔ مگر وحی الٰہی پر ہنسی کرتے تھے۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح آج حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات پر ہنسی کیجاتی ہے وہ آیات قرآنی پر ٹھٹھے کیا کرتے تھے اور مجلسوں میں وحی الٰہی کا مشغلہ بنایا کرتے تھے جیسا کہ قرآن شریف انکا ذکر ان الفاظ میں

کرتا ہے واذا رایت الذین یخوضون فی ایاتنا۔ آج مسیح موعودؑ کی وحی کو "خندہ آور ہزیانات اور ہفوات" کہنے والے غور کریں کہ یہی کچھ مکذبین نبی کریم آپ کی وحی کے متعلق کہا کرتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو عقلمند اور مومنوں کو بیوقوف کہتے تھے کیونکہ انکے نزدیک آنحضرتؐ کا دعویٰ مضحکہ انگیز دعویٰ تھا جسکو سوائے احمقوں اور بیوقوفوں کے کوئی مان نہ سکتا تھا اسی لیے وہ کہتے تھے انؤمن کما آمن السفہاء۔ پھر اگر آج ہمیں عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے کسی نے کہکر اپنا دل خوش کر لیا تو کوئی نئی بات نہیں کی جسطرح انبیاءؑ کے وارث ہوتے ہیں اسی طرح دوسری طرف مکذبین مستہزئین کا ورثہ لینے والے موجود ہوتے ہیں اب دوسری طرف مسیلمہ کذاب کو دیکھو۔ حالانکہ جو باتیں وہ بنا بنا کر پیش کیا کرتا تھا وہ نہایت گندی ہوتی تھیں مگر کیا صحابہؓ نے کبھی باوجود ان گندی باتوں کے بھی اس سے استہزا کیا۔ کیا جسطرح تم لوگ آپس میں ملکر حضرت مسیح موعودؑ پر ہنسی اُڑاتے ہو اور تالیاں بجاتے ہو جسکی تھوڑی سی جھلک تمھاری تحریروں میں بھی نظر آتی ہے۔ اسیطرح صحابہؓ مسیلمہ کذاب کے متعلق کیا کرتے تھے غور کر کے دیکھ لو اور خود ہی فیصلہ کر دو کہ تمھارا طریق وہ ہے جو رویہ صحابہؓ کا ایک جھوٹے نبی کے متعلق تھا یا وہ جو مجرم اور تکذیب کرنیوالے قریش کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ پھر تمھیں خود ہی معلوم ہو جائیگا کہ آیا حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں صادق ہیں یا کاذب۔

افسوس اس بات پر ہے کہ باوجود ناواقفیت کے یہ لوگ تحریروں میں اسقدر شوخی اور جرأت سے کام لینے میں۔ حضرت مرزا صاحب کے الہامات کی تقسیم میں لکھا ہے۔ کہ "ایک حصہ میں ارحم الراحمین و احسن الخالقین اپنے بندوں کو زلزلہ طاعون ہیضہ چیچک اور طرح طرح کی آفات ارضی و سماوی کے انعامات بھیجنے کی بشارت دیتا ہے"۔ اب اس بالفاظ خود "کم علم اور جاہل متشکک" سے کوئی پوچھے کہ اگر آفات ارضی و سماوی کی خبر دینے سے کسی نبی کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر کونسا نبی سچا رہیگا؟ افسوس ہے کہ تفسیریں لکھنے تو بیٹھ جاتے ہیں۔ مگر قرآن شریف سے اتنی بھی واقفیت نہیں کہ ہر ایک نبی نے اپنی قوم کو آفات ارضی و سماوی کی خبر دی۔ کسی نے طوفان کی کسی نے آندھی کی کسی نے زلزلہ کی۔ لیکن اب اگر مرزا صاحب ایسی وحی بیان کریں تو اسپر ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ گویا ارحم الراحمین اور احسن الخالقین خدا نے نہ کبھی ایسا کیا اور نہ کریگا گویا کہ یہ امور اسکی ان صفات کے منافی ہیں اور اگر وہ ایسی خبر دیدے تو نہ ارحم الراحمین ہی رہا اور نہ احسن الخالقین ہی رہا۔ حیف ہے اس علم پر اور پھر یہ شوخی۔ بہرحال تم دیکھتے ہو کہ طاعون اور زلزلے اور دبائیں تمھیں ہلاک کر رہی ہیں پھر انکا بھیجنے والا وہی ارحم الراحمین اور احسن الخالقین ہے یا کوئی اور ہے مگر جب خدا کے مرسل نے خدا سے خبر پا کر تمھیں پہلے سے ان آفتوں اور بلاؤں کی اطلاع دی تو اسپر تمنے ہنسی کی اور ٹھٹھا کیا۔ کہ یہ کیا وحی اور کیا الہام ہے کہ خدا بلائیں بھیجے گا اور باوجود اسکے کہ وہ بلائیں تم پر وارد ہو گئیں پھر بھی تم نے ٹھٹھے کو نہ چھوڑا پس تباہی تو تم اپنے مونہہ سے مانگ رہے ہو ہاں جسوقت اپنے آپ کو ارحم الراحمین کا رحم جذب کرنیکے قابل بناؤ گے تو وہی صفات اسکی تم پر جلوہ گر ہو جائیں گی۔ قرآن شریف کو دست کرو۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ

یغیرو امابانفسھم۔ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو اور استہزا کے طریق کو چھوڑ و تا ارحم الراحمین بھی تم پر رحم کرے۔ ورنہ یاد رکھو کہ تم مرزا صاحب سے ہنسی نہیں کرتے بلکہ خدا سے ہنسی کرتے ہو جس وقت یہ کہتے ہو کہ ارحم الراحمین اور احسن الخالقین خدا کا یہ کام نہیں کہ وہ کبھی اپنے بندوں پر عذاب بھی بھیجے۔ افسوس ہے کہ تم لوگ قرآن شریف کو جھٹلا کر خوش ہوئے ہو کہ ہم نے مرزا صاحب کو جھٹلایا ہے۔

مکذب کا بڑا اعتراض جسکو طرح طرح کے تمسخر آمیز پیرایوں میں ادا کیا ہے یہ ہے کہ گویا مرزا صاحب کے الہام گول مول ہوتے ہیں اور کسی واقعہ کو اپنے مفید مطلب پاکر جس الہام کو چاہا اسپر چسپاں کر لیا۔ اگر اسی اعتراض کو سیدھے سادے الفاظ میں بیان کر دیا ہوتا۔ تو معترض بغیر دلوں کو دُکھانے کے اپنا مطلب حاصل کر سکتا تھا۔ اس اعتراض کو تقویت دینے کے لیے چند الہامات کو لے کر چند فرضی واقعات پر معترض نے لگانا چاہا ہے جسکی غرض خالی ان الہامات سے ہنسی کرنا ہے۔ مگر اسکو چاہیئے تھا کہ جن پیشگوئیوں کے پورا ہونیکا حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ کیا ہے انکو لیکر دکھاتا کہ در اصل آپ ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں کہ چند گول مول الہام شایع کر چھوڑتے ہیں پھر اتفاقاً کوئی واقعہ پیش آجاتا ہے تو اسپر انکو چسپاں کر لیتے ہیں۔ لیکن یہ وہ ہرگز نہیں دکھا سکتا۔ کاش ان لوگوں کے دلوں میں کچھ حق کا پاس ہوتا۔ تو پیشگوئیوں اور معجزات کے بارے میں جو سنت اللہ ہے اس کے رو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو دیکھتے تو انپر کوئی امر مشتبہ نہ رہتا۔ مگر یہ تو ہوقت ہو سکتا ہے کہ لکھنے والے کی غرض احقاق حق ہو نہ یہ کہ تمسخر کر کے چند جہلا کو خوش کیا جاوے۔ سارے پورانے نشانوں کو چھوڑ کر جن میں وہ نشان بھی ہیں جن کے متعلق براہین احمدیہ میں نہایت صاف الفاظ میں پیشگوئیاں ہیں اور وہ آج صفائی سے پوری ہو رہی ہیں صرف انہیں تازہ دس نشانوں کو لے لو جو ضرور "ریویو آف ریلیجنز اور الحکم اور البدر کو بالالتزام و بالاستیعاب" پڑھنے والے کے مطالعہ میں آئے ہونگے اور حلف اُٹھا کر اسبات کی شہادت دو کہ آیا یہ پیشگوئیاں ویسی ہی ہیں جیسے تمسخر سے وطن میں بعض الہامات کو فرضی واقعات پر لگایا گیا ہے۔ ایک کرم دین کے مقدمہ کی پیشگوئیوں کو ہی لے لو۔ اول دو سخت مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کے حضرت مرزا صاحب پر ہوتے ہیں۔ پہلی تاریخ پیشی کی ۱۷۔ جنوری ۱۹۰۳ء مقرر ہوتی ہے۔ ادھر ۱۴۔ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان سے روانگی کے وقت ایک کتاب مواہب الرحمن نام جسکا اخیری حصہ اسی ماہ جنوری ۱۹۰۳ء میں ہی لکھا گیا ہے اور جو عین روانگی کے دن ہی مکمل ہو کر شایع ہوئی ہے ساتھ لی جاتی ہے اور اس کتاب کو ہر سٹیشن پر موافقوں اور مخالفوں کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے اور پھر پیشی کے دن عین احاطہ کچہری بمقام جہلم یہی کتاب تقسیم کیجاتی ہے۔ یہانتک کہ ایک مخالف مولوی اسے دہیں پڑھکر ہزارہا لوگوں میں سناتا ہے اور سنانا بھی وہ حصہ ہے جس میں اسی مقدمہ کے متعلق پیشگوئی ہے (یہ سب کچھ اسی مستغیث کرمدین کا حلفی بیان دوسرے مقدمہ میں ہے) اب اس پیشگوئی کے الفاظ کو دیکھو کہ وہ کیا ہیں آیا ان میں تعیین مقدمہ۔ اور تعیین برئیت کے ہے یا نہیں۔ رابت

کانی احضرت محاکمۃ کالماخوذین۔ یہ عبارت صاف طور پہ بتاتی ہے کہ ایک مقدمہ ہے جس میں آپ بطور ملزم حاضر ہو گئے (یہ رؤیا اصل میں اس سے ایک سال سے زیادہ پہلے کا ہے جو الحکم میں نومبر ۱۹۰۱ء میں شایع شدہ ہے) اور انجام کی نسبت ایسے ہی صاف الفاظ میں یہ خبر موجود ہے ورایت ان اخر امری نجات بفضل رب العلمین۔ اور میں نے دیکھا کہ اس مقدمہ میں میرا آخر امر خدا کے فضل سے بریت ہے۔ کیا یہ ایمانداری ہے کہ اس قدر صریح اور صاف شہادت کے ہوتے ہوئے اور طرح کی تعیین کے باوجود پبلک کو یہ دھوکہ دیا جاوے کہ مرزا صاحب گول مول الفاظ کو بعد میں پیش آمدہ واقعات پر چسپاں کر کے انکو پیشگوئیاں بنا کر مشتہر کر دیتے ہیں۔ ایک شخص ایک نہیں بلکہ دو مقدموں میں ملزم ہو کر جاتا ہے اور دنیا اسکی مخالفت پر تلی ہوئی ہے۔ اور مذہبی تعصب اس کے خلاف جوش میں ہے۔ ایسا شخص اپنی طرف سے یہ دعوی کر سکتا ہے (اور وہ بھی اس سے پہلے کہ مقدمہ کی کوئی پیشی ہوئی ہو) کہ میں یقیناً یقیناً اس مقدمہ میں بری ہونگا اور پھر یہ تیقن اس کے دل میں اسقدر بھرا ہوا ہے کہ مخالفوں اور موافقوں میں کتاب کو اسی یقین کی وجہ سے شایع کر رہا ہے۔ کیا یہ گول مول پیشگوئی ہے؟ خدا کا خوف دل میں لیکر غور کرو اور جھوٹی اکڑبازیوں اور شیخیوں کو چھوڑو۔ کیونکہ صداقت ہمیشہ انکساری کی راہ سے ملتی ہے۔ پھر اپنی بریت کی خبر کے علاوہ ساتھ ہی اسی جگہ اسی کتاب میں یہ خبر بھی دی گئی ہے ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المہین۔ یعنی وہ بلا جو مجھ پر کرم دین بھیجنی چاہتا ہے۔ وہ اسی میرے دشمن پر جو کذاب اور اہانت کنندہ ہے لوٹائی جاویگی۔ یعنی بجائے مجھے ملزم ثابت کرنیکے وہ خود ملزم بنیگا اور وہ مجھکو جھوٹا ثابت کرنا چاہتا ہے لیکن خود جھوٹا ثابت ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسکے متعلق اور زیادہ صراحت سے پیشگوئیاں بھی موجود ہیں چنانچہ ۲۹ جون سنہ ۱۹۰۳ء کی پیشگوئی جو اسی سال کے جولائی کے پرچے میں شایع ہوئی ہے اسوقت کی ہے جب ادھر کرم دین ایک اور مقدمہ حضرت مسیح موعود پر دائر کر چکا تھا جو فوجداری مقدمہ تھا اور بعض مریدین مرزا صاحب کی طرف سے کرم دین پر مقدمہ دائر ہو چکا تھا۔ ان مقدموں کے "انجام کے متعلق" یہ پیشگوئی حضرت اقدس نے شایع فرمائی اور فیصلہ سے سوا سال پہلے بلکہ آخری فیصلہ عدالت اپیل سے ڈیڑھ سال سے بھی زیادہ پہلے شایع فرمائی کہ ان مقدمات میں جو فریق حق پر ہے یعنی مرزا صاحب بری ہو جائیگے اور جو فریق جھوٹ بول رہا ہے اور جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے یعنی آپ کا فریق مخالف وہ ملزم ہوگا۔ اسکے علاوہ ایک اور الہام جو مقدمہ کے انجام کے متعلق اخبارات یعنی الحکم اور بدر میں شایع ہو چکا تھا یہ تھا کہ ساکرمک بعد توہینک یعنی اول توہین ہوگی پھر خدا تعالی بریت دیکر اعزاز اور اکرام فرمائیگا۔ یہ پیشگوئیاں اور الہامات اثنائے مقدمہ میں شایع ہوئے ایسے وقت میں جبکہ مقدمہ ایک آریہ سماجی مجسٹریٹ کے سامنے پیش تھا کیا ایک ملزم اسقدر دعوے سے یہ کہہ سکتا ہے کہ نہ صرف وہ خود مقدمہ میں بری ہوگا بلکہ اسکا فریق مخالف دوسرے مقدمہ میں مجرم قرار دیا جاویگا اور ملزم بھی ایسا جو جانتا ہے کہ ساری دنیا میری مخالفت پر تلی ہوئی ہے۔ پھر جب مدت بعد پہلے مجسٹریٹ نے دونوں مقدموں میں ملزموں کے خلاف فیصلہ کیا اور دونوں کو مجرم قرار دیا۔ تو اسوقت ساری اخباروں میں یہ شور مچا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اگر کوئی پیشگوئی ہی نہ تھی تو مخالفین نے یہ شور کیوں مچایا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ صراحت سے پیشگوئی بریت کی کیگئی تھی۔ اسجگہ یہ بات بھی

دیکھنے کے قابل ہے کہ اسوقت حضرت مرزا صاحب یا انکے فریق نے کیا جوابدیا۔ اگر انکو یہ یقین کامل نہ ہوتا کہ مرزا صاحب بری کئے جاوینگے تو اسیوقت میں وہ یہی جواب دیتے کہ بریت کی کوئی پیشگوئی نہیں ہے۔ مگر اُسوقت مخالفین کو یہی جوابدیا گیا کہ ابھی آخری فیصلہ کی انتظار کرو اور آخری فیصلہ ضرور ہماری حق میں ہوگا اور یقیناً مرزا صاحب بری کیے جاوینگے۔ اور آخر عدالت اپیل نے حضرت مرزا صاحب کو نہایت عزت سے بری کیا یہ خدا کا فعل تھا۔ کیونکہ اگر مجسٹریٹ ہندو تھا تو سشن جج ایک پادری کا بیٹا تھا۔ کیا کوئی حق پسند آدمی ہے جو ان واقعات پر غور کرکے وطن کے جھوٹ کو ظاہر کرے جو کہتا ہے کہ گول مول الہامات کو توڑ مروڑ کر یونہی پیش آمدہ واقعات پر لگا لیا جاتا ہے۔ اور عجیب تر یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں نہ صرف اپنی بریت کی خبر تھی بلکہ فریق مخالف کے مجرم قرار دیا جانیکی بھی خبر تھی اور وہ فیصلہ ہمیشہ کے لیے قائم رہ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر گواہ ہو گیا۔

ایسی مثالیں بہت سی ہیں۔ لیکن غور کرنیوالے کیلیے ایک دو بھی کافی ہیں۔ ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ چراغدین ساکن جموں نے رسالت کا دعویٰ کیا۔ اور حضرت مرزا صاحب نے اپنے رسالہ دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء میں چراغدین کا نام لیکر اور اس کے دعوے کا ذکر کرکے یہ خدا کی وحی شایع کی۔ کہ اگر اس نے توبہ نہ کی تو خدا اُسے فنا کر دیگا اور اسکو غارت کریگا اور اسپر غضب نازل کریگا۔ یہ لفظ بعینہٖ پیشگوئی میں موجود ہیں۔ اور یہ پیشگوئی سنہ ۱۹۰۲ء میں شایع ہوئی۔ سو اول اس نے توبہ کی مگر بعد میں پھر مخالف ہو گیا اور کتاب منارۃ المسیح میں مرزا صاحب کو سب و شتم کیا اور آپ دعویٰ رسول ہونیکا کیا۔ اس کتاب کے شایع ہونے سے ایک سال کے عرصہ میں اول اسکے دونوں بیٹے اسکی آنکھوں کے سامنے طاعون سے ہلاک ہوئے اور پھر خود نہایت یاس اور حسرت سے اور ناکام اور نامراد رہ کر ہلاک ہوا۔ کیا اس سے بھی بڑھکر بیّن ثبوت اس وحی کے منجانب اللہ ہونیکا ہو سکتا ہے۔ مگر یاد رکھو جیسا تم اب اس پیشگوئی پر ہنسی کر رہے ہو کہ ایک ایسا سخت عذاب دنیا پر آنیوالا ہے جسکی نظیر ان پہلے عذابوں میں نہیں جو سخت ہلاکت والا اور سخت تباہی ڈالنی والا ہو جسکی طرف اللہ تعالیٰ کے الفاظ عالم کباب اشارہ کرتے ہیں۔ ایسا ہی ان پہلی پیشگوئیوں پر بھی انکو بعید از قیاس سمجھکر ہنسی کیگئی تھی۔ لیکن کسی کی ہنسی اور استہزا خدا کی باتوں کو پورا ہونے سے روک نہیں سکتی ہاں استہزا مستہزئین پر ہی الٹا پڑتا ہے۔ جسطرح پر اخبار وطن میں اس نام عالم کباب پر ہنسی کی گئی ہے اور نہایت درجہ کے استہزا کے ساتھ کبھی شامی کباب کبھی کباب اور چٹنی کبھی بریانی بورانی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ ایسا ہی استہزا ابوجہل اور کفار مکہ نے لفظ **زقوم** سے اُسوقت کیا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی ان شجرت الزقوم طعام الاثیم۔ تو ابوجہل اور کفار مکہ نے استہزا کے طور پر زبد اور تمر یعنی کھجور مکھن کو ملا کر کثرت سے کھانا شروع کیا اور کہا کہ کیا اس سے ہمیں ڈرایا جاتا ہے۔ اور بطور ہنسی کہ دوزخ کی آگ میں درخت کیونکر ہو سکتے ہیں مسلمانوں کو چاہیئے تھا کہ ایسے استہزاؤں کو آریوں یا بعض بدزبان پادریوں کے لیے رہنے دیتے۔ مگر افسوس ہے کہ اخبار وطن میں بھی آریہ مسافر میگزین کو ہی نقل کیا گیا ہے۔

پھر اس الہام الٰہی پر ہنسی کی گئی ہے کہ "تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد" کہ یہ الہام ہم ایک دفعہ پہلے بھی جب ہماری عمر کوئی آٹھ نو سال کی ہوگی سعدی شیرازی کی زبان سے سُن چکے ہیں...... معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح ہمارے مکاتب میں

بوستان مروج ہے۔ اسی طرح عالم بالا کے مدارس کے نصاب میں بھی یہ بہترین تصنیف داخل ہے اور ممکن ہے کہ خدا نے الہام کے روز روح الامین کو اسی مصرعہ کا قاصد بنا کر دارالامان میں بھیجا ہو" ایسے بیباک کو جو مرزا صاحب پر ہنسی کرنیکے لیے قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنیسے بھی نہیں ٹلتا میرا جواب کیا فائدہ دے سکتا ہے لیکن اگر یہ پرچہ وطن کے ناظرین میں سے کسی ایسے کے ہاتھ آئے جسکو طلب حق ہو تو وہ اس سے ضرور فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ قرآن شریف میں بہت سے قصے ایسے موجود ہیں جو پہلی کتابوں میں بھی ہیں بلکہ کفار قریش نے تو یہ مشغلہ اختیار کیا ہوا تھا کہ چلو ایسے قصے ہم بھی بنا سکتے ہیں اور وہ اپنی مجلسوں میں قرآن شریف کے ان قصص پر استہزا کے لیے طرح طرح کے قصے بیان کیا کرتے تھے۔ اور جس طرح آج ایک مسلمان بلکہ مصلح کہلانیوالا یہ کہتا ہے کہ جبرائیل کو ایسا کلام لانیکی ضرورت نہیں ہے جو کسی انسان کے کلام میں پہلے سے موجود ہے۔ اسی طرح کفار کہتے تھے بلکہ آج تک ان کے وارث عیسائی صاحبان یہی کہتے ہیں۔ کہ جب یہ قصے پہلے موجود تھے تو جبرائیل کی انکو وحی الٰہی کے طور پر لانیکی کیا ضرورت تھی۔ مگر افسوس ان مسلمانوں پر جو حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں اندھے ہو کر انہی اعتراضوں کو دوہرا رہے ہیں جو عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں بعینہٖ اسی طرح جس طرح عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اندھے ہو کر ان اعتراضوں کو مضبوط کر رہے ہیں اور دہرا رہے ہیں جو یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کرتے تھے۔ سچے نبی کا یہی ایک بڑا بھاری امتیازی نشان ہے کہ جو اعتراض اس پر کیا جائیگا وہ ساری نبیوں پر پڑیگا جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شخص ایسے مامور من اللہ کو رد کرتا ہے وہ گویا کل سلسلۂ نبوّت کو رد کرتا ہے۔ اگر یہ لوگ کچھ سوچ سمجھکر اعتراض کریں تو نہ آپ ٹھوکر کھائیں نہ دوسروں کو گمراہ کرنیوالے ٹھہریں۔ اصل حکمت اس میں یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ جب کسی انسان کے کلام کو لیتا ہے تو وہ اسکو ایک معجزہ کے رنگ میں پیش کرتا ہے حالانکہ انسانی کلام محض ایک گذشتہ واقعہ کا بیان ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم نے جسقدر قصص گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے اور انکے مخالفین کے بیان کیے ہیں وہ بطور پیشگوئی کے ہیں کہ جس طرح وہ نبی کامیاب ہوئے حالانکہ انکی کامیابی کا کوئی ظاہر سامان نظر نہ آتا تھا۔ اسی طرح آنحضرت صلعم بھی کامیاب ہونگے اور جس طرح انکی مخالف مغلوب اور ہلاک ہوئے اسی طرح آپکے مخالف بھی مغلوب اور ہلاک ہونگے۔ اسی طرح سعدی کا ایک مصرعہ سعدی کے منہ میں ایک گذشتہ واقعہ کا بیان تھا لیکن جب خدائے تعالیٰ نے اسی کلام الٰہی کے طور پر اپنے ایک مامور پر اُتارا تو اب یہ اپنے اندر ایک پیشگوئی رکھتا ہے جس طرح عفت الدیار محلها و مقامها بھی ایک انسان کا مصرعہ تھا مگر جب خدا نے اسی بطور کلام الٰہی نازل کر کے اسکی صداقت ظاہر کی تو تم بھی ۸۔ اپریل ۱۹۰۵؁ء کی صبح کو چلا اُٹھے تھے۔ اب اسکو بھی اپنے وقت پر پورا ہوتا دیکھ لوگے قبل از وقت باتیں بنانیسے کوئی فائدہ نہیں۔ اور کچھ نہیں کر سکتے تو اپنی زبان کو بند کر کے انتظار ہی کرو۔ ایسا ہی اخبار وطن کے یہ فقرات کہ "ممکن ہے کہ آگے چلکر مسیح موعودؑ کو اپنی کسی اہلیہ کے چال چلن کی نسبت شبہ ہو.... اور خدا انکی گریہ زاری پر رحم کھا کر کسی آیت تطہیر کے نزول سے اہلیہ مذکور کی برأت کا اعلان کر دے" اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ جو کچھ مکذب نے لکھا ہے۔ وہ حضرت عائشہ پر افک اور صدیقہ کی بریت کا نقشہ ہی جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اور جسکی حدیث صحیح سے بھی خبر ملتی ہے۔ (باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا سچّے کا حامی ہو

اٰمین

اس امر سے اکثر لوگ واقف ہونگے کہ ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب جو تخمیناً بیس برس تک میرے مریدوں میں داخل رہے چند دنوں سے مجھ سے برگشتہ ہوکر سخت مخالف ہوگئے ہیں اور اپنے رسالہ المسیح الدجّال میں میرا نام کذّاب مکّار شیطان دجّال شریر حرام خور رکھا ہے اور مجھے خائن اور شکم پرست اور نفس پرست اور مفسد اور مفتری اور خدا پر افترا کرنیوالا قرار دیا ہے اور کوئی ایسا عیب نہیں ہے جو میرے ذمہ نہیں لگایا۔ گویا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ان تمام بدیوں کا مجموعہ میرے سوا کوئی نہیں گذرا اور پھر اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ پنجاب کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کرکے میری عیب شماری کے بارہ میں لیکچر دیئے اور لاہور اور امرتسر اور پٹیالہ اور دوسرے مقامات میں انواع و اقسام کی بدیاں عام جلسوں میں میرے ذمہ لگائیں اور میرے وجود کو دنیا کے لیے ایک خطرناک اور شیطان سے بدتر ظاہر کرکے ہر ایک لیکچر میں مجھ پر ہنسی اور ٹھٹھا اڑایا۔ غرض ہم نے اُس کے ہاتھ سے وہ دُکھ اُٹھایا جسکے بیان کی حاجت نہیں اور پھر میاں عبد الحکیم صاحب نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ ہر ایک لیکچر کے ساتھ یہ پیشگوئی بھی صدہا آدمیوں میں شایع کی کہ مجھے خدا نے الہام کیا ہے کہ یہ شخص تین سال کے عرصہ تک فنا ہو جائیگا اور اسکی زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا۔ کیونکہ کذّاب اور مفتری ہے۔ میں نے اسکی ان پیشگوئیوں پر صبر کیا مگر آج جو ۱۴۔ اگست سنہ ۱۹۰۶ء ہے پھر اسکا ایک خط ہمارے دوست فاضل جلیل مولوی **نور الدین** صاحب کے نام آیا اس میں بھی میری نسبت کئی قسم کی عیب شماری اور گالیوں کے بعد لکھا ہے کہ ۱۲۔ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء کو خدا تعالیٰ نے اس شخص کے ہلاک ہونیکی خبر مجھے دی ہے کہ اس تاریخ سے تین برس تک ہلاک ہو جائیگا جب اس حد تک نوبت پہنچ گئی تو اب میں بھی اس بات میں کچھ مضایقہ نہیں دیکھتا کہ جو کچھ خدا نے اسکی نسبت میرے پر ظاہر فرمایا ہے میں بھی شایع کروں اور درحقیقت اس میں قوم کی بھلائی ہے کیونکہ اگر درحقیقت میں خدا تعالیٰ کے نزدیک کذّاب ہوں اور پچیس برس سے دن رات خدا پر افترا کر رہا ہوں اور اُسکی عظمت اور جلال سے بیخوف ہوکر اس پر جھوٹ باندھتا ہوں اور اسکی مخلوق کے ساتھ بھی میرا یہ معاملہ ہے کہ میں لوگوں کا مال بددیانتی اور حرامخوری کے طریق سے کھاتا ہوں اور خدا کی مخلوق کو اپنی بدکرداری اور نفس پرستی کے جوش سے دکھ دیتا ہوں تو اس صورت میں تمام بدکرداروں سے بڑھکر سزا کے لایق ہوں تا لوگ میرے فتنہ سے نجات پاویں اور اگر میں ایسا نہیں ہوں جیسا کہ میاں عبد الحکیم خان نے سمجھا ہے تو میں امید رکھتا ہوں کہ خدا مجھکو ایسی ذلّت کی موت نہیں دیگا کہ میرے آگے بھی

لعنت ہو اور میرے پیچھے بھی۔ مَیں خدا کی آنکھ سے مخفی نہیں مجھے کون جانتا ہے مگر وہی۔ اس لیے مَیں اس وقت دونوں پیشگوئیاں یعنی عبدالحکیم خاں کی میری نسبت پیشگوئی اور اُس کے مقابل پر جو خدا نے میرے پر ظاہر کیا ذیل میں لکھتا ہوں اور اس کا انصاف خدائے قادر پر چھوڑتا ہوں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

میاں عبدالحکیم خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کی میری نسبت پیشگوئی

جو اخویم مولوی نورالدین صاحب کی طرف اپنے خط میں لکھتے ہیں اُن کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

"مرزا کے خلاف ۱۲۔ جولائی ۱۹۰۶ء کو یہ الہامات ہوئے ہیں۔ مرزا مسرف کذاب اور عیار ہے صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا۔ اور اس کی میعاد تین سال بتائی گئی ہے۔"*

اس کے مقابل پر وہ پیشگوئی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میاں عبدالحکیم خانصاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کی نسبت مجھے معلوم ہوئی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں۔ اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں† اُن پر کوئی غالب نہیں آ سکتا فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے‡ پر تُو نے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا‡‡ رب فرّق بین صادق و کاذب۔ انت تریٰ کل مصلح و صادق"§

---

* اس میں میاں عبدالحکیم خاں نے خدا کے اصل لفظ بیان نہیں کیے بلکہ یہ کہا کہ تین سال میعاد بتائی گئی۔ منہ۔

† خدا تعالیٰ کا یہ فقرہ کہ وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عبدالحکیم خاں کے اس فقرہ کا ردّ ہے کہ جو مجھے کاذب اور شریر قرار دیکر کہتا ہے کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائیگا گویا مَیں کاذب ہوں اور وہ صادق۔ اور وہ مرد صالح ہے اور مَیں شریر ہوں اور خدا تعالیٰ اس کے ردّ میں فرماتا ہے کہ جو خدا کے خاص لوگ ہیں وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں ذلّت کی موت اور ذلّت کا عذاب اُنکو نصیب نہیں ہوگا اگر ایسا ہو تو دنیا تباہ ہو جائے اور صادق اور کاذب میں کوئی امر فارق نہ رہے۔ منہ

‡ اس فقرہ میں عبدالحکیم خاں مخاطب ہے اور فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار سے آسمانی عذاب مراد ہے کہ جو بغیر ذریعہ انسانی ہاتھوں کے ظاہر ہوگا۔ منہ

‡‡ یعنی تو نے بغور نہ کی کہ کیا اس زمانہ میں اور اس نازک وقت میں اُمت محمدیہ کیلیے کسی دجال کی ضرورت ہے یا کسی مصلح اور مجدد کی۔ منہ

§ یعنی اے میرے خدا صادق اور کاذب میں فرق کرکے دکھلا تو جانتا ہے کہ صادق اور مصلح کون ہے۔ اس فقرہ الہامیہ میں عبدالحکیم خاں کے اس قول کا ردّ ہے جو وہ کہتا ہے کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائیگا۔ پس چونکہ وہ اپنے تئیں صادق ٹھہراتا ہے خدا فرماتا ہے کہ تُو صادق نہیں ہے مَیں صادق اور کاذب میں فرق کرکے دکھلاؤں گا۔ منہ

Digitized by Khilafat Library

المشتہر۔ میرزا غلام احمد مسیح موعود قادیانی۔ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۶ء مطابق ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۲۴ھ

مطبع میگزین قادیان دارالامان میں مینیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔

اعلان ۲۔ [illegible] ایک سامان [illegible] وغیرہ [illegible] الناظر [illegible]